

دوماہی مجلہ

## الاجماع



- دوہری اقامت اور اذان میں ترجیح کا مسئلہ (غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری کو جواب) • امام حسن بن صالحؒ (المتوفی ۱۶۹ھ) کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ (المتوفی ۱۵۰ھ) ثبت (مضبوط) ہیں۔ • حافظ الحدیث قاسم بن قطلوبغاؒ (المتوفی ۸۷۹ھ) کی توثیق اور زبیر علی زئی کا دھوکا۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# النعمان سوشل میڈیا سروسز

کی فخریہ پیشکش

## دفاع احاف لائبریری

سیکڑوں کتب کا بیش بہا ذخیرہ

ماخوذ: مجلہ الاجماع

[Www.AlnomanMedia.com](http://www.AlnomanMedia.com)

[AlnomanMediaServices@gmail.com](mailto:AlnomanMediaServices@gmail.com)

[Facebook.com/AlnomanMediaServices](https://www.facebook.com/AlnomanMediaServices)

"دفاع احاف لائبریری" موبائل ایپلیکیشن پلے سٹور سے ڈاؤنلوڈ کریں

App link <https://tinyurl.com/DifaEahnaf>

کیا ”بغیر ترجیع کی اذان کے ساتھ، دوہری اقامت“ کا مذہب بلاد لیل اور مردود ہے؟

- مفتی ابن اسماعیل المدنی

علماء احناف کے نزدیک اقامت کا طریقہ:

امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد ثقہ، حافظ الحدیث، امام، ابو عبد اللہ محمد بن الحسن شیبانیؒ (م ۱۸۹ھ) نے سے پوچھا گیا ”قلت والأذان والإقامة مثنی مثنی ----- قال نعم“ اقامت بھی اذان کی طرح دوہری کہی جائے گی؟ امام صاحبؒ نے جواب دیا: ہاں۔  
(الأصل المعروف بالمبسوط للشیبانی: جلد ۱: صفحہ ۱۰۸)

یہی قول امام ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) اور امام ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ) کا بھی ہے۔ (الأصل المعروف بالمبسوط للشیبانی: جلد ۱: صفحہ ۱)

دوسری جگہ امام محمدؒ فرماتے ہیں: ”والإقامة مثنی مثنی كالأذان عندنا“ ہمارے نزدیک اقامت بھی اذان کی طرح دوہری کہی جائے گی۔ (المبسوط للرخسی: جلد ۱: صفحہ ۱۲۹)

احناف کی اصل دلیل:

امام طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) نے کہا کہ

حدثنا علي بن شيبه قال: ثنا يحيى بن يحيى النيسابوري قال: ثنا وكيع ، عن الأعمش ، عن عمرو بن مرة عن عبد الرحمن بن أبي ليلى قال: أخبرني أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم ، أن عبد الله بن زيد الأنصاري رأى في المنام الأذان فأتى النبي صلى الله عليه وسلم ، فأخبره فقال: «علمه بلالا» فأذن مثنى مثنى ، وأقام مثنى مثنى ، وقعد قعدة "

حضرت عمرو بن مرثدہ سے منقول ہے کہ حضرت عبد الرحمن بن ابی لیلیؒ نے فرمایا کہ: حضرت رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے مجھ سے بیان کیا کہ: حضرت عبد اللہ بن زید انصاریؒ نے خواب میں اذان دیکھی، تو نبی کریم ﷺ کے پاس آکر اس کا تذکرہ کیا، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”یہ بلال کو سکھا دو“، سو حضرت بلالؓ نے دو دو مرتبہ کلمات اذان اور دو دو مرتبہ کلمات



اقامت کہے، اور کچھ دیر بیٹھے۔ (شرح معانی الآثار: جلد ۱: صفحہ ۱۳۴، حدیث ۸۲۴-۸۲۵ واللفظ لہ، مصنف ابن ابی شیبہ: جلد ۱: صفحہ ۱۸۵، حدیث ۲۱۱۸، السنن الکبریٰ للبیہقی: جلد ۱: صفحہ ۶۸۱، حدیث ۱۹۷۵)

### اس حدیث کی سند کا حال:

اس حدیث شریف کو امام ابو بکر بن ابی شیبہ (م ۲۴۰ھ) نے براہ راست، اور امام طحاوی (م ۳۲۱ھ) و امام بیہقی (م ۵۵۸ھ) نے اپنی اپنی سندوں سے ”وکیع عن الأعمش عن عمرو بن مرة“ کی سند سے نقل کیا ہے اور یہ تینوں (وکیع، اعش، عمرو) مشہور ثقات ہیں۔

### محدثین اور غیر مقلدین کے محدث العصر کی نظر میں اس سند کا درجہ:

اس سند کو امام ابن دقیق العید (م ۷۰۲ھ)، امام ابن الترمذی (م ۵۵۰ھ) نے صحیح کی شرط پر کہا ہے، اور امام ابن حزم (م ۵۶۰ھ) نے انتہائی صحیح کہا ہے، یہ بات مشہور غیر مقلد عالم و محدث شیخ البانی نے اپنی معروف تحقیق صحیح ابی داؤد-الام میں، جو کہ غیر مقلدین کے نزدیک بہت ہی مایہ ناز اور انتہائی معتبر سمجھی جاتی ہے، ذکر کی ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔

وقول ابن أبي ليلى: (حدثنا أصحابنا) إنما أراد به الصحابة رضي الله عنهم، كما صرح به الأعمش عن عمرو بن مرة، كما يأتي. وقد تردد في ذلك المنذري، فقال في مختصره ( ٤٧٧ ) : " وقول ابن أبي ليلى: (حدثنا أصحابنا) ؛ إن أراد الصحابة؛ فهو قد سمع من جماعة من الصحابة، فيكون الحديث مسنداً؛ وإلا فهو مرسل!"

والرواية المشار إليها تعين الاحتمال الأول، كما قال الحافظ في "التلخيص" ( ١٧٤/٣ ) . قال: "ولهذا صححها ابن حزم وابن دقيق العيد". وقال الزيلعي في "نصب الراية" ( ٢٦٧/١ ) : "أراد به الصحابة؛ صرح بذلك ابن أبي شيبه في "مصنفه"، فقال: حدثنا وكيع: ثنا الأعمش عن عمرو بن مرة عن عبد الرحمن بن أبي ليلى قال: حدثنا أصحاب محمد صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أن عبد الله بن زيد الأنصاري جاء بلى النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فقال: يا رسول الله! رأيت في المنام كأن رجلاً قام وعليه بردان أخضران، فقام على حائط، فأذن مثنى مثنى، وأقام مثنى مثنى. انتهى. وأخرجه للبيهقي في "سننه" عن وكيع ... به. قال في "الإمام": وهذا رجال "الصحيح"، وهو متصل على مذهب الجماعة في عدالة الصحابة، وأن جهالة اسمهم لا تضر".

قلت : وكذا قال ابن الترمذاني في "الجوهر النقي" نحو ما قال ابن دقيق العيد في "الإمام" أنه على شرط "الصحيح". إلخ.

وكذلك أخرجه الطحاوي ( ٧٩/١ و ٨٠ ) - عن يحيى بن يحيى النيسابوري - ، والبيهقي ( ٢٢٠/١ ) - عن عبد الله بن هاشم - ، وابن حزم في "المحلى" ( ١٥٧/٣ ) - عن موسى بن معاوية - كلهم عن وكيع ... به. وقال ابن حزم: " وهذا إسناد في غاية الصحة " - ( صحیح ابی داؤد - الام : جلد ۲: صفحہ ۴۲۷، الثمر المستطاب: جلد ۱: صفحہ ۱۵۶ )

معلوم ہوا یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری صاحب اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ اس میں امام اعظمؒ مدلس ہیں اور عمرو بن مرثیہ سے عنعنہ کیا ہے۔ (ضرب حق: ش: ۱۱: ص: ۲۲)

اس کا جواب یہ ہے کہ

- امام اعظمؒ کے کئی متابع موجود ہیں، خود امام بیہقیؒ مذکورہ بالا روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ”ہکذا رواہ جماعة عن عمرو بن مرثیہ“ اس طرح ایک جماعت نے حضرت عمرو بن مرثیہؒ سے روایت کیا ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی: ج: ۱: ص: ۶۱۸)

پہلا متابع: [زید بن ابی أنیسہؒ] (م: ۲۴۱)

- امام طحاویؒ (م: ۳۲۱) نے اگلی ہی سند میں اعظمؒ کا متابع، زید بن ابی أنیسہؒ کو ذکر کر دیا ہے، وہ سند اس طرح ہے:

امام طحاویؒ (م: ۳۲۱) فرماتے ہیں کہ

حدثنا فہد، (ابن سلیمان النخاس : ثقة ثبت : تاریخ الاسلام : ۳۲۳)

قال: ثنا علي بن معبد، (العبدی - ثقہ : تقریب : ۴۸۰۱)

قال: ثنا عبید اللہ بن عمرو، (الرقی - راویہ زید بن ابی أنیسہ - ثقہ فقیہ ربما وهم : تقریب : ۴۳۲۷)

عن زید بن أبی أنیسہ، (ثقة له أفراد : تقریب : ۲۱۱۸)

عن عمرو بن مرثیہ، (ثقة عابد : تقریب : ۵۱۱۲)

عن عبد الرحمن بن أبی لیلی، (ثقة : تقریب : ۳۹۹۳) قال: حدثنا أصحابنا، فذكر نحوه۔ (شرح معانی الآثار: جلد ۱:

صفحہ ۱۳۲، حدیث نمبر ۸۲۵)

یہ سند بالکل صحیح و متصل ہے، تمام روایات ثقہ اور غیر مدلس ہیں۔

دوسرا متابع: [عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن زید (ثقة)]

- امام بیہقی (م ۴۵۸ھ) کہتے ہیں کہ

اخبنا ابو عبد اللہ الحافظ (ثقة، حافظ الحديث، كتاب الثقات للقاسم : ج ۲ : ص ۳۹۲)

ثنا ابو علی الحسین بن علی الحافظ (ثقة، ثبت، سیر: ج ۱۶ : ص ۵۶)

انا ابو علی مهران بن ہارون (ثقة، مستدرک الحاكم : ج ۱ : ص ۸۸، المستخرج لابن نعیم : ج ۱ : ص ۳۴۸، رجال الحاكم في المستدرک: ج ۲ : ص ۳۳۸) و ابو محمد عبد الرحمن بن محمد بن ادريس الرازيان بالری (ثقة، حافظ الحديث، كتاب الثقات للقاسم : ج ۶ : ص ۲۹۴)

قالا : ثنا سليمان بن داود القزاز الرازی (ثقة، تاريخ الاسلام : ج ۶ : ص ۹۴)

ثنا ابو اسامة (هو حماد بن اسامة، ثقة، ثبت، تقريب : ۱۴۸۷)

ثنا ابو العميس ( هو عتبة بن عبد الله بن عتبة بن عبد الله بن مسعود أبو العميس المسعودی، ثقة ، تقريب : ۴۴۳۲ )

قال سمعت (عبد الله بن محمد بن عبد الله بن زید، ثقة)<sup>1</sup>

<sup>1</sup> اعتراض:

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری صاحب لکھتے ہیں کہ اس کا راوی عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن زید مستور ہے۔ سوائے ابن حبان کے، کسی نے ان کی توثیق نہیں کی۔ اس لئے حافظ ابن حجر ان کو مقبول (مستور الحال) قرار دیا ہے۔ (ضرب حق: ش ۱۱: ص ۲۲)

الجواب:

عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن زید کی جمہور محدثین نے توثیق کی ہیں۔ امام ابن حبان (م ۳۵۴ھ) نے ثقات میں شمار کیا ہے۔ امام عینی (م ۸۵۵ھ) اور حافظ بیہقی (م ۸۵۰ھ) نے ان کو ثقہ کہا ہیں۔ امام ضیاء الدین المقدسی (م ۶۳۸ھ)، حافظ ابن حجر (م ۸۵۲ھ) اور امام عینی (م ۸۵۵ھ) نے ان کی روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ (کتاب الثقات لابن حبان: ج ۷: ص ۵۳، الاحادیث المختارة: ج ۹: ص ۷۷، الدرر النيرة: ج ۱: ص ۱۱۵، النخب الافکار: ج ۳: ص ۹۶، مجمع الزوائد: ج ۵: ص ۲۶، حدیث نمبر ۷۹۲۸) امام ابوداؤد (م ۲۵۵ھ) نے ان کی روایت کو بذریعہ سکوت صالح کہا ہے۔ (سنن ابوداؤد: حدیث نمبر ۵۱۳، رسالہ ابوداؤد الی المل مکہ: ص ۴۰)

یحدث عن ابيه (یعنی محمد بن عبد اللہ بن زیدؑ، ثقة، تقریب : رقم ۶۰۲۰)

عن جده (عبد اللہ بن زیدؑ، صحابی مشہور، تقریب : رقم ۳۳۳۲) انه رأى الاذان مثنى مثنى، والاقامة مثنى مثنى قال فاتيت النبي ﷺ فاخبرته فقال : "علمهن بلالا" فعلمتهن بلالا۔ (الخلافيات للبيهقي : ج ۲ : ص ۱۲۸-۱۲۹، الدراية : ج ۱ : ص ۱۱۵)

یہ سند کے بھی تمام راوی ثقہ اور صدوق ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ (م ۸۵۲ھ) نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ (الدراية : ج ۱ : ص ۱۱۵)

تیسرا متابع : [شعبہ بن الحجاجؒ (م ۶۰۱ھ)]

- امام بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) نے

اخبرنا ابو عبد الله الحافظ، انا ابو بكر بن اسحاق، انا ابو المثنى، ثنا مسدد ثنا عيسى بن يونس ثنا الاعمش عن عمرو بن مرة عن عبد الرحمن بن ابي ليلى ثنا اصحاب محمد ﷺ كى سند عبد الله بن زیدؒ کی روایت نقل کی ہے جس میں دوہری اقامت کا ذکر ہے۔

اس کے فوراً بعد امام صاحبؒ کہتے ہیں کہ ”وقد روى عن ابي معاوية عن الاعمش نحو هذا مختصر“ او امام مسددؒ (م ۲۳۳ھ) (جو کہ عیسیٰ بن یونسؒ (م ۱۹۱ھ) کے ساتھ ساتھ، محمد بن خازم ابو معاویہؒ (م ۱۹۵ھ) کے بھی شاگرد ہے، (تہذیب الکمال) انہوں نے اس حدیث کو ”عن ابي معاوية عن الاعمش“ کی سند سے مختصر بیان کیا ہے۔ یعنی اس کی سند مکمل سند ہوگی۔

اخبرنا ابو عبد الله الحافظ، انا ابو بكر بن اسحاق، انا ابو المثنى، ثنا مسدد ثنا **عن ابي معاوية عن الاعمش** عن عمرو بن مرة عن عبد الرحمن بن ابي ليلى ثنا اصحاب محمد ﷺ -----

۲۷) اور کسی روایت کی تصحیح و تحسین، غیر مقلدین کے نزدیک اس روایت کے ہر راوی کی توثیق ہوتی ہے۔ (نماز میں ہاتھ کہاں باندھیں، از، زبیر علی زئی: ص ۱۷، انوار البدر: ص ۲۷) لہذا جمہور محدثین کے نزدیک عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن زیدؒ ثقہ ہیں۔ اور جمہور کے مقابلے میں ان پر مجہول وغیرہ کا اعتراض، خود ظہیر صاحب کے مسلک کے اصول سے باطل و مردود ہے۔ (مقالات زبیر علی زئی: ج ۶: ص ۱۳۳)

آگے امام بیہقیؒ (م ۵۸۸ھ) کہتے ہیں کہ ”وڪذاك قاله شعبة بن الحجاج عن عمرو بن مرة الحديث بطوله“ اور اسی طرح محمد بن خازم ابو معاویہؒ (م ۱۹۵ھ) [جو کہ امام اعمشؒ (م ۱۴۸ھ) کے ساتھ ساتھ امام شعبہ بن الحجاجؒ (م ۱۶۰ھ) کے بھی شاگرد ہے، (تہذیب الکمال) انہوں نے بھی اس عبد اللہ بن زیدؒ کی حدیث جس میں کو ”شعبة بن الحجاج عن عمرو بن مرة“ کی سند مکمل بیان کیا ہے۔ (الخلافيات للبيهقي: ج ۲: ص ۱۲۳، چار دن قربانی کی مشروعیت از کفایت اللہ سنابلی: ص ۳۸)

یعنی اس کی سند مکمل سند یو ہوگی۔

اخبرنا ابو عبد الله الحافظ، انا ابو بكر بن اسحاق ، انا ابو المثنى ، ثنا مسدد ثنا **عن ابی**

**معاوية عن شعبة بن الحجاج** عن عمرو بن مرة عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ ثنا اصحاب محمد ﷺ -----

الغرض ثابت ہوا کہ ’ثنا اصحاب محمد ﷺ‘ کی الفاظ میں امام اعمشؒ کے متابع میں ثقہ، حافظ الحدیث امام شعبہؒ (م ۱۶۰ھ) بھی موجود ہے۔

نوٹ:

سنن ابوداؤد: حدیث نمبر ۵۰۶، میں بھی ”شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي لَيْلَى حَدَّثَنَا أَصْحَابُنَا“ کی سند سے عبد اللہ بن زیدؒ کی روایت موجود ہے۔ جس کو شیخ البانیؒ نے صحیح کہا ہے۔ (سنن ابوداؤد: حدیث نمبر ۵۰۶، تحقیق البانی)، امام ترمذیؒ (م ۲۷۹ھ) نے بھی واضح کیا کہ ”شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ“ کی سند میں ابن ابی لیلیٰ نے ثنا اصحاب محمد ﷺ کا ذکر کیا ہے، جس کا حوالہ آگے آرہا ہے۔ لہذا امام اعمشؒ پر اس روایت میں تدلیس کا الزام باطل اور مردود ہے۔

چوتھا متابع: [محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰؒ (م ۱۴۸ھ)]

- نیز اعمشؒ کی متابعت محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰؒ کی روایت سے بھی ہوتی ہے، جو سنن ترمذی میں ہے: کہ امام ترمذیؒ (م ۲۷۹ھ) کہتے ہیں کہ

حدثنا أبو سعيد الأشج، (ثقه - تقريب : ۳۳۵۴)

قال: حدثنا عقبة بن خالد، (صدوق - تقريب : ۴۶۳۶)

عن ابن أبي لیلی، (هو محمد بن عبد الرحمن بن أبي لیلی - صدوق سيئ الحفظ جدا : تقريب : ۶۰۸۱)



عن عمرو بن مرة،

عن عبد الرحمن بن أبي ليلى،

عن عبد الله بن زيد.

قال: كان أذان رسول الله صلى الله عليه وسلم شفعا شفعا في الأذان والإقامة.

حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کی اذان دو دو مرتبہ (کہی جاتی) تھی، اذان بھی اور اقامت بھی۔ (سنن ترمذی: باب ماجاء أن الإقامة مثنى مثنى: حدیث ۱۹۳)<sup>2</sup>

<sup>2</sup> اس سند میں دو علتیں بیان کی جاتی ہیں:

(۱) پہلی علت: عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ اور حضرت عبد اللہ بن زیدؓ کے درمیان انقطاع۔ اس لئے کہ عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ کا حضرت عبد اللہ بن زیدؓ سے لقاء ثابت نہیں۔ مذکورہ بالا حدیث کے ذیل میں امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: ”وعبد الرحمن بن أبي ليلى، لم يسمع من عبد الله بن زيد“۔

(۲) دوسری علت: محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰؒ الحفظ ہیں۔

پہلی علت کا جواب: یہ ہے کہ:

امام ترمذیؒ (۲۷۹ھ) نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد خود ذکر فرمایا ہے کہ شعبہؒ نے عمرو بن مرة کے واسطے سے روایت کیا ہے کہ عبد الرحمن بن ابی لیلیٰؒ فرماتے ہیں کہ مجھ سے محمد ﷺ کے صحابہؓ نے بیان کیا۔ معلوم ہوا اس انقطاع کا جواب خود امام ترمذیؒ نے دے دیا تھا۔

اسی طرح طحاوی کی مذکورہ بالا روایت میں زید بن ابی انیہؒ کی صحیح و متصل سند میں بھی اس کی تصریح موجود ہے کہ عبد الرحمنؒ فرماتے ہیں کہ مجھ سے صحابہ کرامؓ نے بیان کیا۔

مشہور سلفی عالم و محدث شیخ محمد بن علی الاشوبیؒ، جن کی کتاب شرح سنن نسائی کی شیخ البانیؒ اور شیخ مقبل وادعیؒ نے بہت تعریف کی ہے، اپنی اسی کتاب اس (پہلی) علت کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں:

”وقد رَوَى ابْنُ أَبِي لَيْلَى عَنْ جَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ: مِنْهُمْ عُمَرُ، وَعُثْمَانُ، وَعَلِيٌّ، وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَاصٍ، وَأَبِي بَنْ كَعْبٍ، وَالْمُقَدَّادُ،

8

آپ قرآن کریم کے بھی بڑے امام ہیں، ائمہ سبعہ میں سے امام حمزہ الزینات الکوفی کے استاد ہیں۔ ”قد قال حفص بن غیاث : من جلالۃ ابن ابی لیلیٰ أنه قرأ القرآن علی عشرة شیوخ۔“ (سیر) ”قرأ علیہ : حمزۃ الزیات ، فكان یقول : إنا تعلمنا جودة القراءة عند ابن ابی لیلی۔“ (سیر)

آپ بڑے درجہ کے قضاۃ اسلام میں سے ہیں۔ ”بشر بن الولید : سمعت القاضي أبا یوسف یقول : ما ولی القضاء أحد أفقه فی دین الله، ولا أقرأ لكتاب الله، ولا أقول حقا بالله، ولا أعف عن الأموال من ابن ابی لیلی۔“ (سیر)

اسی طرح آپ کے پاس حدیث شریف کا بھی ذخیرہ تھا، البتہ جرح و تعدیل کے مطابق آپ برے حافظہ والے ہیں:

۱- امام احمد آپ کو برے حافظے والا اور مضطرب الحدیث کہتے ہیں۔

قال عبد الله بن أحمد بن حنبل، عن أبيه: كان سيئ الحفظ، مضطرب الحديث۔

۲- امام شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے زیادہ برے حافظے والا کسی کو نہیں دیکھا۔

عن أبي داود: سمعت شعبه یقول: ما رأیت أحدا أسوأ حفظا من ابن ابی لیلی۔

۳- ابن حبان نے برے حافظے والے اور کثیر الخطا کہا ہے۔

فاحش الخطأ رديء الحفظ فكثرت المناكير في روايته۔ (اس کا بقیہ جملہ آگے آئے گا)

۴- امام دارقطنی نے برے حافظہ والے کثیر الوهم کہا ہے۔

قال الدارقطني كان رديء الحفظ كثير الوهم۔

۵- ابن المدینی نے برے حافظہ والے اور کمزور حدیث والے کہا ہے۔

عن ابن المديني كان سيء الحفظ واهي الحديث۔

۶- امام ساجی کہتے ہیں کہ برے حافظے والے تھے مگر کذاب نہیں قضا میں مدوح ہیں مگر حدیث میں حجت نہیں۔ کان سيء الحفظ لا يتعمد الكذب فكان يمدح في قضائه فأما في الحديث فلم يكن حجة۔

۷- امام ابن معین کہتے ہیں: زیادہ مضبوط نہیں ہیں۔

عن يحيى بن معين: ليس بذلك۔

- ۸ - امام نسائی کہتے ہیں کچھ ضعیف ہیں۔ وقال النسائي : ليس بالقوي۔
- ۹ - امام ابو زرہ فرماتے ہیں: ٹھیک ہیں، زیادہ قوی نہیں ہیں۔
- قال أبو زرعة : صالح ، ليس بأقوى ما يكون۔
- ۱۰ - ابو حاتم فرماتے ہیں، وہ سچائی کے مقام پر ہیں، قضاء کی وجہ سے حافظہ خراب ہو گیا تھا، متہم بالکذب نہیں ہیں، کثیر الخطا ہیں، ان کی حدیث لکھی جائے گی مگر احتجاج نہیں کیا جائیگا، حجاج بن ارطاة (صدوق کثیر الخطاء والتدليس، احد الفقهاء: تقریب: ۱۱۱۹) سے قریب ہیں۔
- وقال أبو حاتم : محله الصدق، كان سئ الحفظ، شغل بالقضاء فساء حفظه، لا يهتم بشيء من الكذب إنما ينكر عليه كثرة الخطأ، يكتب حديثه ولا يحتج به، وهو والحجاج بن أرطاة ما أقربهما۔
- ۱۱ - يعقوب بن سفيان کہتے ہیں کہ ثقہ و عادل ہیں، مگر آپ کی حدیث میں کچھ کلام و کمزوری ہے۔
- قال يعقوب بن سفيان ثقة عدل في حديثه بعض المقال لبن الحديث عندهم۔
- ۱۲ - دوسری جگہ امام دار قطنی کہتے ہیں آپ ثقہ ہیں، مگر آپ کے حافظہ میں کچھ خرابی ہے۔
- وقال ثقة في حفظه شيء۔ (موسوعة احوال الدار قطنی: ۵۹۶/۲)
- ۱۳ - ابن خزیمہ کہتے ہیں کہ وہ حافظ نہیں ہیں۔ قال ابن خزيمة ليس بالحافظ ۔
- ۱۴ - امام یحییٰ القطان اور منقول ہے کہ وہ آپ کی تضعیف کرتے تھے۔
- كان يحيى بن سعيد يضعف ابن أبي ليلى۔
- ذكر أحمد بن حنبل حديث ابن أبي ليلى عن عطاء "في الضرورة يحج عن الميت" فقال: ابن أبي ليلى ضعيف۔
- نوٹ:
- مگر یہاں ضعیف سے مراد متروک یا سخت ضعیف نہیں بلکہ لین الحدیث ہے، اسی وجہ سے جب ابن حبان نے احمد اور یحییٰ القطان سے محمد بن ابی لیلیٰ کا متروک ہونا نقل کیا، تو ذہبی نے ان پر رد کرتے ہوئے کہا کہ ان دونوں نے ان (محمد بن ابی لیلیٰ) کو ترک نہیں کیا، بلکہ ان کی حدیث کو کچھ کمزور کہا ہے۔
- وقال ابن حبان: كان ابن أبي ليلى رديء الحفظ، فاحش الخطأ، فكثير في حديثه المناكير، فاستحق التبرك، تركه: أحمد، ويحيى. قلت: لم نرهما تركاه، بل لنا حديثه۔ (سیر)

اور ایک روایت یہ ہے کہ یحییٰ القطان اس وقت تضعیف کرتے ہیں جب وہ حضرت عطاء سے روایت کریں۔

قال: کان یحییٰ یضعف ابن ابی لیلیٰ ومطرا عن عطاء. (میزان)

۱۵ - امام ابن عدیؒ کہتے ہیں کہ سوء حفظ کے باوجود آپ کی حدیث لکھی جائے گی۔

وهو مع سوء حفظه یکتب حدیثه۔ (اکال)

۱۶ - امام ترمذیؒ نے آپ کی ایک حدیث کی تحسین کی ہے، اور دوسرے محدثین نے محمد بن ابی لیلیٰ کی وجہ سے اس روایت کی تضعیف کی ہے، مگر امام ذہبیؒ نے امام ترمذیؒ کے قول کو زیادہ بہتر کہا ہے۔

الثوري وغيره، عن ابن أبي ليلى، عن الحكم، عن مقسم، عن ابن عباس - إن المشركين أرادوا أن يشتروا جسد رجل أصيب يوم الخندق ... الحديث. حسنه الترمذي. وقال عبد الحق في أحكامه وابن القطان: إسناده ضعيف ومنقطع، لا سماع للحكم من مقسم إلا لخمسة أحاديث، ما هذا منها. وضعفاه من جهة ابن أبي ليلى. وقول الترمذي أولى. (میزان)

نوٹ: ابن قنطارؒ کو حافظ ذہبیؒ نے خود جرح و تعدیل میں متشدد کہا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ: ج ۴: ص ۱۳۴)

۱۷ - امام علیؒ آپ کو صراحۃً صدوق اور جائز الحدیث کہتے ہیں۔

وقال العجلي كان فقيها صاحب سنة. صدوقا، جاز الحدیث. (یہ تمام حالات تہذیبین سے لئے گئے ہیں، جو بات کہیں اور سے لی گئی اس کا حوالہ وہیں دے دیا گیا)

۱۸ - اسی طرح امام ذہبیؒ نے بھی آپ کو صدوق یئ الحفظ کہا ہے، نیز یہ بھی کہا کہ آپ کی توثیق کی گئی ہے۔ صدوق إمام، سیئ الحفظ، وقد وثق۔ (میزان)

۱۹ - امام ابن حجرؒ تقریب میں آپ کو ”صدوق سیئ الحفظ جدا“ کہتے ہیں۔

۲۰ - غیر مقلد عالم و محدث العصر شیخ البانیؒ کہتے ہیں کہ امام ابن حجرؒ نے انکو ”صدوق سیئ الحفظ جدا“ کہا، جبکہ ذہبیؒ نے صرف ”صدوق سیئ الحفظ“ کہا، (دیوان الضعفاء: ۳۸۲۱) اس کے ساتھ ”جدا“ نہیں بڑھایا، لہذا ان کی حدیث ”ضعیف“ تو ہوگی لیکن ”ضعیف جدا“ نہیں ہوگی، جیسا کہ واضح ہے۔

وقال الحافظ في ترجمته من "التقريب": "صدوق سيئ الحفظ جدا. وكذا قال الذهبي في "الضعفاء"، إلا أنه لم يقل: "جدا"، وذلك لا يخرج حديثه من رتبة الضعف المطلق، وإنما من رتبة الضعف الشديد كما هو ظاهر۔ (ضعيف: ۳/ ۱۶۶، رقم ۱۰۵۴)



ایک اہم وضاحت: حدیث ”ملک نازل من السماء“

خوب یاد رہے کہ اذان و اقامت کے مسئلہ میں، احناف کی مذکورہ بالا دلیل حضرت عبداللہ بن زیدؓ کی حدیث کو، فقہاء احناف کی کتابوں میں ”ملک نازل من السماء“ کی حدیث سے تعبیر کیا گیا ہے۔

غیر مقلدین کے نزدیک اذان چار طرح ثابت ہے:

سلفی عالم شیخ محمد بن ابراہیم التویجوری کہتے ہیں:

احادیث شریفہ میں چار طرح سے اذان ثابت ہے:

(اول) پندرہ (۱۵) کلمات:

۴ - اللہ اکبر

۳ - اللہ اکبر

۲ - اللہ اکبر

۱ - اللہ اکبر

۶ - أشهد أن لا إله إلا الله

۵ - أشهد أن لا إله إلا الله

نیز یہ بھی بیان کیا ہے کہ وہ اگرچہ معروف سی الحفظ ہیں، مگر شواہد و متابعت کے لائق ہیں۔

محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سیء الحفظ معروف بذلك، فهو صالح للاستشهاد به۔ (صحیح: جلد ۷: صفحہ ۷۳۵،

رقم ۳۲۳۴)

امام محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کے تفصیلی حالات بیان کرنے کے بعد ہم غیر مقلدین سے کہنا چاہتے ہیں کہ:

ائمہ جرح و تعدیل نے محمد بن ابی لیلیٰؓ پر جو احکام لگائے ہیں، تقریباً وہی احکام، مؤمل بن اسماعیلؓ پر بھی لگائے ہیں۔ (صدق سی الحفظ

:تقریب ۷۰۲۹، صدوق، شدید فی السنة کثیر الخطاء: کاشف)

مگر غیر مقلدین انہیں حسن الحدیث کہتے ہیں، اور ان کی روایت سے استدلال کرتے ہیں۔ اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ وہ سیدہ پر ہاتھ باندھنے کی روایت کے راوی ہیں، جو کہ نماز کے بارے میں غیر مقلدین کا قومی شعار ہے۔

لہذا اصولی طور پر غیر مقلدین کا امام محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰؓ پر کلام کرنا صحیح نہیں ہے۔

- ۷ - أشهد أن محمداً رسول الله  
۸ - أشهد أن محمداً رسول الله  
۹ - حي على الصلاة  
۱۰ - حي على الصلاة  
۱۱ - حي على الفلاح  
۱۲ - حي على الفلاح  
۱۳ - الله أكبر  
۱۴ - الله أكبر

۱۵ - لا إله إلا الله (ابوداؤد: ۴۹۹، ابن ماجہ: ۷۰۶)

شیخ کہتے ہیں کہ یہ سب سے افضل اذان ہے جو حضرت نبی کریم ﷺ، بلالؓ سے سفر و حضر میں سنا کرتے تھے۔

### (ثانی) انیس (۱۹) کلمات:

- ۱ - الله أكبر  
۲ - الله أكبر  
۳ - الله أكبر  
۴ - الله أكبر  
۵ - أشهد أن لا إله إلا الله  
۶ - أشهد أن لا إله إلا الله  
۷ - أشهد أن محمداً رسول الله  
۸ - أشهد أن محمداً رسول الله

(پھر ترجیع کے ساتھ)

- ۹ - أشهد أن لا إله إلا الله  
۱۰ - أشهد أن لا إله إلا الله  
۱۱ - أشهد أن محمداً رسول الله  
۱۲ - أشهد أن محمداً رسول الله  
۱۳ - حي على الصلاة  
۱۴ - حي على الصلاة  
۱۵ - حي على الفلاح  
۱۶ - حي على الفلاح  
۱۷ - الله أكبر  
۱۸ - الله أكبر  
۱۹ - لا إله إلا الله

یہ حضرت ابو محذورہؓ کی اذان ہے۔ (سنن ابی داؤد: ۵۰۳، نسائی: ۲۳۰، ترمذی: ۱۹۲، ابن ماجہ: ۷۰۹)

### (ثالث) سترہ (۱۷) کلمات:

- ۱ - اللہ اکبر  
۲ - اللہ اکبر  
۳ - أشہد أن لا إله إلا الله  
۴ - أشہد أن لا إله إلا الله  
۵ - أشہد أن محمداً رسول الله  
۶ - أشہد أن محمداً رسول الله  
(پھر ترجیع کے ساتھ)  
۷ - أشہد أن لا إله إلا الله  
۸ - أشہد أن لا إله إلا الله  
۹ - أشہد أن محمداً رسول الله  
۱۰ - أشہد أن محمداً رسول الله  
۱۱ - حي على الصلاة  
۱۲ - حي على الصلاة  
۱۳ - حي على الفلاح  
۱۴ - حي على الفلاح  
۱۵ - اللہ اکبر  
۱۶ - اللہ اکبر  
۱۷ - لا إله إلا الله

یہ اذان بھی قسم ثانی کی طرح ہی ہے، مگر اس میں، شروع میں کلمات تکبیر، چار کی بجائے صرف دو ہی مرتبہ ہیں۔ (صحیح مسلم: ۳۷۹، سنن ابی داؤد: ۵۰۵، سنن نسائی: ۶۲۹)

### (راجع) تیسرہ (۱۳) کلمات:

- ۱ - اللہ اکبر  
۲ - اللہ اکبر  
۳ - أشہد أن لا إله إلا الله  
۴ - أشہد أن لا إله إلا الله  
۵ - أشہد أن محمداً رسول الله  
۶ - أشہد أن محمداً رسول الله  
۷ - حي على الصلاة  
۸ - حي على الصلاة  
۹ - حي على الفلاح  
۱۰ - حي على الفلاح  
۱۱ - اللہ اکبر  
۱۲ - اللہ اکبر  
۱۳ - لا إله إلا الله

یہ اذان، قسم اول کی طرح ہی ہے، مگر اس میں، شروع میں کلمات تکبیر، چار کی بجائے صرف دو مرتبہ ہیں۔ (سنن ابی داؤد: ۵۱۰، سنن نسائی: ۲۳۸)<sup>۳</sup>

غیر مقلد عالم و محدث شیخ البانی نے بھی مذکورہ بالا اقسام میں سے پہلی تین قسموں کو بیان کیا ہے۔ (التمر المستطاب: جلد ۱: صفحہ ۱۱۹ تا ۱۲۹)<sup>۴</sup>

### <sup>۳</sup> الفاظ یہ ہیں:

صفات الأذان الثابتة في السنة:

الصفة الأولى: أذان بلال رضي الله عنه، الذي كان يؤذن به في عهد النبي - صلى الله عليه وسلم - وهو خمس عشرة جملة: -----  
أخرجه أبو داود وابن ماجه.

وهذا أفضل صفات الأذان؛ لأنه هو الذي كان يسمعه النبي - صلى الله عليه وسلم - من بلال حضرا وسفرا.

الصفة الثانية: أذان أبي محذورة رضي الله عنه، وهو تسع عشرة جملة، التكبير أربعاً في أوله مع الترجيع. ----- أخرجه أبو داود والترمذي.

صفة الترجيع:

أن يقول المؤذن أولاً بصوت خافت (أشهد أن لا إله إلا الله) مرتين، ثم يرجع ثانية ويرفع بها صوته مرتين، ويفعل كذلك في (أشهد أن محمداً رسول الله).

الصفة الثالثة: مثل أذان أبي محذورة رضي الله عنه السابق إلا أن التكبير في أوله مرتان فقط، فيكون سبع عشرة جملة. -----  
أخرجه مسلم.

الصفة الرابعة: أن يكون الأذان كله مثنى مثنى، وكلمة التوحيد في آخره مفردة، فيكون ثلاث عشرة جملة. ----- متفق عليه. (موسوعة الفقه الاسلامي: جلد ۲: صفحہ ۳۹۵)

### <sup>۴</sup> الفاظ یہ ہیں:

وقد جاء في صفته ثلاثة أنواع:

الأول: ألفاظه تسع عشرة كلمة. (التمر المستطاب: صفحہ ۱۱۹)

والنوع الثاني ألفاظه سبع عشرة وهو مثل الأول إلا أن التكبير في أوله مرتين لا أربعاً وهو رواية لمسلم وغيره كمالك في (المدينة) (۵۷ / ۱ - ۵۸) من حديث أبي محذورة ولكنها رواية مرجوحة كما سبق إلا أن لها شواهد تدل على أن لها أصلاً في السنة. (التمر: صفحہ ۱۲۷)

غور فرمائیں:

جس اذان کو سلفی عالم شیخ تویجری نے سب سے بہترین اذان کہا، جسے رسول اللہ ﷺ، بلالؓ سے سفر و حضر میں سنا کرتے تھے، غیر مقلد عالم و محدث شیخ البانیؒ نے اسے اہل کوفہ، امام ابو حنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ کی اذان کہا ہے، نیز شیخ البانیؒ نے یہ بھی ذکر کیا کہ ان کی دلیل حضرت عبد اللہ بن زید بن عبد ربہؒ کی حدیث ہے۔

غیر مقلدین کے نزدیک اقامت تین طرح ثابت ہے، جیسا کہ شیخ تویجری بیان کرتے ہیں:

(اول) گیارہ کلمات:

- |  |                             |
|--|-----------------------------|
| ۱ - اللہ اکبر  | ۲ - اللہ اکبر               |
| ۳ - أشهد أن لا إله إلا الله                                  | ۴ - أشهد أن محمدا رسول الله |
| ۵ - حي على الصلاة  | ۶ - حي على الفلاح           |
| ۷ - قد قامت الصلاة   | ۸ - قد قامت الصلاة          |
| ۹ - اللہ اکبر  | ۱۰ - اللہ اکبر              |
| ۱۱ - لا إله إلا الله۔ (سنن ابی داؤد: ۴۹۹، سنن ابن ماجہ: ۷۰۶) |                             |

(ثانی) سترہ کلمات:

- |                             |                             |
|-----------------------------|-----------------------------|
| ۱ - اللہ اکبر               | ۲ - اللہ اکبر               |
| ۳ - اللہ اکبر               | ۴ - اللہ اکبر               |
| ۵ - أشهد أن لا إله إلا الله | ۶ - أشهد أن لا إله إلا الله |
| ۷ - أشهد أن محمدا رسول الله | ۸ - أشهد أن محمدا رسول الله |

والنوع الثالث ألفاظه خمس عشرة وهو مثل الأول إلا أنه لا ترجيع فيه على حديث عبد الله بن زيد بن عبد ربہ. وقد تقدم. وهذا أذان الكوفيين۔ وبه قال أبو حنيفة وسفيان الثوري كما في (المجموع) (۳/ ۹۳)۔



- ۹ - حي على الصلاة  
۱۰ - حي على الصلاة  
۱۱ - حي على الفلاح  
۱۲ - حي على الفلاح  
۱۳ - قد قامت الصلاة  
۱۴ - قد قامت الصلاة  
۱۵ - الله أكبر  
۱۶ - الله أكبر

۱۷ - لا إله إلا الله - (سنن ابی داؤد: ۵۰۲، جامع ترمذی: ۱۹۲)

### (ثالث) دس کلمات:

- ۱ - الله أكبر  
۲ - الله أكبر  
۳ - أشهد أن لا إله إلا الله  
۴ - أشهد أن محمدا رسول الله  
۵ - حي على الصلاة  
۶ - حي على الفلاح  
۷ - قد قامت الصلاة  
۸ - قد قامت الصلاة  
۹ - الله أكبر  
۱۰ - لا إله إلا الله - (ابو داؤد: ۵۱۰، سنن نسائي: ۶۲۸)<sup>5</sup>

### <sup>5</sup> الفاظ یہ ہیں:

صفات الإقامة الثابتة في السنة:

السنة أن تكون الإقامة مرتبة ومتوالية بإحدى الصفات الآتية:

الصفة الأولى: إحدى عشرة جملة، وهي إقامة بلال رضي الله عنه التي كان يقيم بها بين يدي النبي - صلى الله عليه وسلم - حضرا وسفرا -وهي أفضلها- -----

أخرجه أبو داود وابن ماجه-

الصفة الثانية: سبع عشرة جملة، وهي إقامة أبي محذورة رضي الله عنه - -----

أخرجه أبو داود والترمذي-

الصفة الثالثة: عشر جمل : ----- أخرجه أبو داود والنسائي- (موسوعة الفقه الاسلامي: جلد ۲: صفحہ ۴۰۲)

جبکہ شیخ البانی نے ان تینوں میں سے بھی صرف پہلی اور دوسری قسم کو مانا ہے:

وقد جاء في صفتها نوعان:

الأول: سبع عشرة كلمة: -----

النوع الثاني: إحدى عشرة كلمة: ----- (الثمر المستطاب: جلد ۱: صفحہ ۲۰۶ تا ۲۱۴)

### اہم نکتہ، سترہ کلمات کی اقامت کی وجہ ترجیح، خود غیر مقلدین کی تحقیق کی روشنی میں:

شیخ البانی نے اقامت کے دونوں طریقوں میں سے پہلے طریقہ (سترہ کلمات) ذکر کرنے کے بعد اس کی دلیل میں حضرت عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ کی حدیث ذکر کی اور کہا ”وإسناده في غاية الصحة“ اسکی سند انتہائی صحیح ہے، اور آگے امام ترمذی سے نقل کیا ہے کہ ابن المبارک، سفیان ثوری اور اہل کوفہ اسی کے قائل ہیں۔

شیخ البانی سترہ کلمات کے موقف کے دلائل ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

الحديث الثاني: عن عبد الرحمن بن أبي ليلى قال: ثنا أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم أن عبد الله بن زيد الأنصاري جاء إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله رأيت في المنام كأن رجلا قام وعليه بردان أخضران فقام على حائط فأذن مثنى مثنى وأقام مثنى مثنى، وإسناده في غاية الصحة كما سبق في المسألة (۱۳) (مسئلہ ۳ کیلئے دیکھئے: جلد ۱: صفحہ ۱۵۶)، وهو من طريق الأعمش عن عمرو بن مرة عنه، ورواه أبو داود من طريق شعبة عن عمرو بن مرة به نحوه. وقد سبق هناك، وأخرجه الترمذي والدارقطني عن ابن أبي ليلى عن عمرو بن مرة عن عبد الرحمن بن أبي ليلى عن عبد الله بن زيد قال: (كان أذان رسول الله صلى الله عليه وسلم شفعا شفعا في الأذان والإقامة). وأعله الترمذي بقوله: (وعبد الرحمن بن أبي ليلى لم يسمع من عبد الله بن زيد) قلت: لكن الرواية الأولى تبين أنه سمعها من بعض الصحابة فلا يضر إرساله للحديث أحيانا وقد سبق زيادة تحقيق في الحديث في المسألة المشار إليها آنفا۔

ثم قال الترمذي: (وقال بعض أهل العلم: الأذان مثنى مثنى والإقامة مثنى مثنى وبه يقول سفیان الثوري وابن المبارك وأهل الكوفة۔) (الثمر: جلد ۱: صفحہ ۲۰۶ و ۲۰۷)

آگے شیخ پھر دوسرا قول گیارہ کلمات کا ذکر کرنے کے بعد اس کی تین دلیلیں ذکر کیں، محمد بن اسحاق کی حدیث، ابن عمر کی حدیث اور حضرت انس کی حدیث، اس کے بعد یہ تو کہا کہ یہ اکثر علماء کا قول ہے، مگر پھر اس قول کی تینوں دلیلوں پر کلام کیا ہے، ان میں سے محمد بن اسحاق کی حدیث کو پہلے رد کر چکے ہیں، اس کی طرف یہاں پر صرف اشارہ کیا، (ان شاء اللہ، اس کی تفصیل امام ابن خزیمہ کے قول کے جواب میں ذکر کریں گے) اور ابن عمر اور انس کی حدیثوں کے متن پر کلام کیا ہے کہ اس کے ظاہر سے گیارہ نہیں بلکہ نو کلمات

**نکلتے ہیں،** اس کے جواب میں امام نوویؒ کے تاویل ذکر کی، پھر امام نوویؒ کی تاویل پر امام ابن حجرؒ کا اعتراض نقل کیا، جس کا کوئی جواب نہیں دیا، پھر اخیر میں کہتے ہیں کہ چونکہ سلف میں سے کوئی بھی نوکلمات کا قائل نہیں ہے، ورنہ ہم اسی کو اختیار کرتے، اسلئے مجبوراً ہمیں اس کی تاویل کا قول اختیار کرنا پڑتا ہے، اگرچہ اس (تاویل) میں تکلف ہے۔

نیز یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس (گیارہ کلمات کے) قول پر خود امام مالکؒ اور اہل مدینہ کا بھی عمل نہیں۔ (الثمر المستطاب: جلد ۱: صفحہ ۲۱۰ تا ۲۱۴)<sup>6</sup>

### غور فرمائیں:

احناف نے، جس طرح اذان کی قسموں میں سے اس قسم کو اختیار کیا جو خود غیر مقلدین کے نزدیک افضل ہے، اسی طرح اقامت کی اقسام میں سے بھی اس قسم کو اختیار کیا، جس کی دلیل، خود غیر مقلدین علماء کے نزدیک سنداً انتہائی صحیح، متناصف و واضح اور دلیلاً بالکل صریح ہے۔<sup>7</sup>

### <sup>6</sup> الفاظ یہ ہیں:

النوع الثاني: إحدى عشرة كلمة: ----- (بعد صفحتين ونصف تقريباً) ----- قال البغوي: (وهو قول أكثر العلماء) كما في (المجموع).

واحتج لهم بهذه الأحاديث الثلاثة أما حديث عبد الله بن زيد فقد علمت ما فيه وأما حديث ابن عمر وأنس فظاهرها يدل على أن الإقامة تسع كلمات لا إحدى عشرة كلمة۔

وقد أجابوا عنهما محمولان على التغليب۔ وقال النووي في شرح مسلم: (فإن قيل: قد قلتم إن المختار الذي عليه الجمهور أن الإقامة إحدى عشرة كلمة منها الله أكبر الله أكبر أولاً وآخراً وهذا تثنية فالجواب أن هذا وإن كان صورة تثنية فهو بالنسبة إلى الأذان إفراد ولـهذا قال أصحابنا: يستحب للمؤذن أن يقول كل تكبيرتين بنفس واحد، فيقول في أول الأذان: الله أكبر الله أكبر بنفس واحد ثم يقول: الله أكبر الله أكبر بنفس واحد) قال الحافظ:

(وهذا إنما يتأتى في أول الأذان لا في التكبير الذي في آخره وعلى ما قال النووي ينبغي للمؤذن أن يفرد كل تكبيرة من اللتين في آخره بنفس)

هذا وذهب مالك كما في (المدونة) إلى أن الإقامة عشرة كلمات فلم يثن لفظ: (قد قامت الصلاة) وهو قول قديم للشافعي كما قال النووي۔

ولم أجد لهذا القول سنداً من الروايات بل كلها على خلافه لأنها تقول بتثنية الإقامة ولعل من أخذ به عمل أهل المدينة وعلى هذا يدل كلام ابن حزم ثم رأيت مالكا صرح بذلك في (الموطأ) ولم أجد أيضاً من ذهب إلى الأخذ بظاهر حديث ابن عمر وأنس المقتضي لكون الإقامة تسع كلمات بإيتارها كلها إلا لفظ الإقامة فإن وجد من أخذ به من السلف قلنا به وإلا اضطرننا إلى القول بتأويلهما - كما سبق - على ما فيه من التكلف. والله أعلم (الثمر المستطاب: جلد ۱: صفحہ ۲۱۰ تا ۲۱۴)

اس کے مقابل گیارہ کلمات کا قول اختیار کرنے والوں کی تین حدیثوں میں سے ایک منکر، اور ابن عمرؓ اور انسؓ کی روایات غیر صریح ہیں، جن کی تاویل، تکلف سے خالی نہیں، خود شیخ البانیؒ نے اس قول کو مجبوراً اختیار کیا ہے۔

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے روبرو، حضرت بلالؓ، مدینہ منورہ میں، یہی اقامت کہا کرتے تھے، مگر غیر مقلدین کے محدث العصر البانیؒ کہتے ہیں کہ خود اہل مدینہ اور امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ) کا اس طریقہ اقامت پر عمل نہیں۔

### جمع بین المحدثین اور شیخ البانیؒ کیلئے خوشخبری:

علماء احناف کا طریقہ رہا ہے کہ وہ عامۃً ایسا طریقہ اختیار کرتے ہیں، جس میں تمام حدیثوں پر عمل ہو جائے، چنانچہ اقامت کے معاملہ میں بھی اپنے اسی فارمولہ پر عمل پیرا ہیں۔

اور وہ اس طرح کہ جن حدیثوں میں اقامت، ثنی، شفعاً اور 'انیس کلمات' کہنے کا ذکر ہے، ان کو 'کلمات اقامت' پر محمول کر لیا، اور جن حدیثوں میں اقامت مرۃً یا وتراً کہنے کا ذکر ہے، انہیں 'ایتادِ صوتی' پر محمول کر لیا۔

پس کلمات اقامت کہے تو انیس جائیں گے، مگر وتر صوت کے ساتھ، یعنی:

(۱) چاروں کلمات تکبیر، 'اللہ اکبر' ایک سانس میں۔

(۲) أشهد أن لا إله إلا الله کے دونوں کلمات ایک سانس میں۔

(۳) أشهد أن محمداً رسول الله کے دونوں کلمات ایک سانس میں۔

(۴) حي على الصلاة کے دونوں کلمات ایک سانس میں۔

(۵) حي على الفلاح کے دونوں کلمات ایک سانس میں۔

(۶) (۷) قد قامت الصلاة کے دونوں کلمات "دو سانسوں" میں۔

(۸) دونوں کلمہ تکبیر ایک سانس میں۔

<sup>7</sup> لہذا غلام مصطفیٰ ظہیر صاحب کا یہ کہنا کہ "دوہری اقامت کے مذہب پر کوئی شرعی دلیل نہیں" (ضرب حق: ش: ۱۱ ص: ۱۹) باطل اور مردود ہے۔

(۹) کلمہ شہادت ایک سانس میں۔

یہی وجہ ہے کہ

- حضرت مفتی سعید صاحب پالنپوری بارک اللہ فی علمہ و عمرہ فرماتے ہیں:

احناف کے نزدیک اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضرت بلالؓ کو حکم دیا گیا کہ وہ اذان میں مماثل کلمات کو دو سانس میں کہیں اور تکبیر (اقامت) میں ایک ہی سانس میں کہیں، البتہ قد قامت الصلاة دو الگ الگ سانسوں میں کہیں، کیونکہ یہی کلمات اقامت میں مقصود ہیں۔ (تحفۃ الالمی شرح سنن ترمذی: جلد ۱: صفحہ ۵۰۷)

- مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ فرماتے ہیں:

اقامت میں بتصریح فقہاء و صل اربع تکبیرات مستحب ہے۔ (احسن الفتاویٰ: جلد ۱۰: صفحہ ۲۰۴)

- امام جمال الدین ابو محمد علی بن یحییٰ الخزرجی المنبجسیؒ (۶۸۶ھ) فرماتے ہیں "فیحتمل قوله أن يشفع الأذان بالصوت، فيأتي بصوتين صوتين، ويفرد الإقامة فيأتي بصوت صوت"۔ (اللباب فی الجمع بین السنة والكتاب: جلد ۱: صفحہ ۲۰۷)

شیخ البانیؒ نے بڑی حسرت سے فرمایا تھا کہ "ولم أجد أيضا من ذهب إلى الأخذ بظاهر حديث ان عمروأانس المقتضي لكون الإقامة تسع كلمات بإيتارها كلها إلا لفظ الإقامة فإن وجد من أخذ به من السلف قلنا به، وإلا اضطررنا إلى القول بتأويلهما - كما سبق - على ما فيه من التكلف"۔ ہمیں حضرت ابن عمرؓ کی حدیث کے ظاہر پر، جس کا تقاضہ یہ ہے کہ اقامت کے کلمات نو (۹) ہوں، اور وہ تمام وتر کہے جائیں سوائے کلمہ قد قامت الصلوٰۃ کے، عمل کرنے والا کوئی نہ ملا، اگر سلف میں سے کوئی ہمیں ملتا تو ہم اسکو لے لیتے، اسلئے مجبوراً ہمیں پر تکلف تاویل کے قول کو لینا پڑا۔ (الثمر المستطاب: جلد ۱: صفحہ ۲۱۰ تا ۲۱۴)

شیخ تواب اللہ تعالیٰ کی رحمت میں پہنچ گئے، اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے، آمین



اگر شیخ زندہ ہوتے تو ہم دست بستہ ان سے عرض کرتے کہ حضرت! پر تکلف تاویل والے قول کو لینے کی بنسبت، حنفیہ کی اقامت، جو نو کلمات پر مشتمل نیز تراکبی جاتا ہے، اختیار کئے جانے کے زیادہ لائق ہے۔ <sup>8</sup> فلولہ الحمد

## کیا حضرت بلالؓ سے دوہری اقامت ثابت نہیں؟

ہمارا کہنا ہے کہ حضرت بلالؓ سے دوہری اقامت کہنا ثابت ہے۔

### پہلی دلیل:

اس کی پہلی دلیل تو یہی 'ملک نازم من السماء' کی حدیث ہے کہ حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے جب فرشتہ کو اذان و اقامت کہتے دیکھا اور نبی اکرم ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "علمہ بلالا"، یہ بلال کو سکھا دو، اس کے بعد ہے کہ پس حضرت بلالؓ نے دوہری اذان اور دوہری اقامت کہی۔ فأذن مثنی مثنی، وأقام مثنی مثنی۔

لہذا اس صحیح ترین حدیث یہ بات صراحۃً ثابت ہوتی ہے کہ حضرت بلالؓ نے دوہری اقامت کہی۔

آگے ہم مزید چند حدیثیں ذکر کرتے ہیں جن سے حضرت بلالؓ کا دوہری اقامت کہنا ثابت ہوتا ہے:

### دوسری دلیل:

امام عبدالرزاق (م ۲۱۱ھ) نے کہا:

أخبرنا معمر، عن حماد، عن إبراهيم، عن الأسود بن يزيد: أن بلالا كان يثني الأذان، ويثني الإقامة۔

حضرت اسود بن یزیدؓ کہتے ہیں کہ حضرت بلالؓ دوہری اذان اور دوہری اقامت کہا کرتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق: جلد ۱:

صفحہ ۴۶۲، رقم ۱۷۹۰)

### اس کی سند کا حال:

<sup>8</sup> یہی بات ہم موجودہ غیر مقلدین کے خدمت میں بھی عرض کرتے ہیں کہ پر تکلف تاویل والے قول کو لینے کی بنسبت، حنفیہ کی اقامت، جو نو کلمات پر مشتمل نیز تراکبی جاتا ہے، اختیار کئے جانے کے زیادہ لائق ہے۔ نیز حضرت بلالؓ بھی دوہری اقامت کہتے تھے، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

- ۱- امام عبد الرزاق : ثقة حافظ۔ (تقریب: ۴۰۶۳)
  - ۲- معمر بن راشد : ثقة ثبت۔ (تقریب: ۶۸۰۹)
  - ۳- حماد بن ابی سلیمان : صدوق له أوہام ، تقریب ۱۵۰۰ ، وقال الذهبي عليه السلام: ثقة إمام مجتہد کریم جواد: الکاشف: رقم (۱۲۲۱)
  - ۴- امام ابراہیم بن یزید النخعی : ثقة إلا أنه يرسل كثيرا، ثقة ہیں مگر ارسال بہت کرتے ہیں۔ (تقریب : ۲۷۰) لیکن امام علائی (م ۶۱۶ھ) فرماتے ہیں کہ ”جماعة من الأئمة صححوا مراسيله“ ائمہ کی ایک جماعت نے آپ (ابراہیم نخعی) کی مراسیل کی تصحیح کی ہے۔ (جامع التحصیل: صفحہ ۱۴۱، رقم الترجمة ۱۳) اس کا مزید ایک حوالہ، ابن معین سے اگلی حدیث کے تحت منقول ہے۔
  - ۵- اسود بن یزید النخعی : ثقة مکشرفقیہ۔ (تقریب: ۵۰۹)
  - ۶- بلال بن رباح مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں۔
- معلوم ہوا اس سند کے تمام روایات ثقہ ہیں۔ اور اسکی سند صحیح ہے۔<sup>۹</sup>

<sup>۹</sup> اعتراض نمبر ۱ :

ظہیر صاحب کہتے ہیں کہ یہ روایت ”منقطع“ ہونے کی وجہ سے بھی ”ضعیف“ ہے۔ اور نقل کرتے ہیں کہ اسود بن یزید نے بلال کا زمانہ نہیں پایا۔ (ضرب حق: ش: ۱۱ ص: ۲۶)

جواب نمبر ۱ :

امام ذہبی (م ۴۸۸ھ) کہتے ہیں ”واسود بن یزید ، مخضرم ادرك الجاهلية والإسلام“ یعنی حضرت اسود بن یزید مخضرم ہیں، یعنی زمانہ جاہلیت اور نبی کریم ﷺ کا زمانہ، دونوں پایا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: جلد ۴: صفحہ ۵۰)

مگر نبی کریم ﷺ سے ملاقات نہیں ہوئی، البتہ حضرت ابو بکرؓ سے ملاقات ثابت ہے۔ اور کہتے ہیں کہ ”وروی عن: الصديق أنه جرد معه الحج“ (سیر)

جواب نمبر ۲ :

ظہیر صاحب کہتے ہیں کہ حماد بن ابی سلیمان راوی ”مختلط“ ہے۔ اور بیہوشی کا نقل کرتے ہیں کہ حماد بن ابی سلیمان کی وہی حدیث قبول کی جائے گی، جو اس سے پرانے شاگرد، یعنی شعبہ، سفیان الثوری، ہشام و ستوائی بیان کریں اور جو ان کے علاوہ شاگرد ہیں، انہوں نے حماد سے اختلاط کے بعد روایات بیان کی ہیں۔ (ضرب حق: ش: ۱۱: ص ۲۶)

الجواب:

امام حماد بن ابی سلیمانؒ کا حال:

شیخ البانیؒ کہتے ہیں:

قلت: وهذا إسناد حسن، رجاله كلهم ثقات رجال مسلم غير أن حماداً وهو ابن أبي سليمان الأشعري مولاهم أبو إسماعيل الكوفي الفقيه- قد تكلم فيه بعضهم من قبل حفظه. وقال الحافظ في "التقريب": "صدوق له أوهام". فهو حسن الحديث على أقل الدرجات. وقد أورده الذهبي في "الميزان"، وقال: "تكلم فيه للإرجاء. ولولا ذكر ابن عدي له في "كامله" لما أورده". وهذا إشارة منه إلى توثيقه.

[illegible]

غیر مقلد عالم شیخ زکریا غلام قادر پاکستانی کہتے ہیں: ”وحماد هو ابن أبي سليمان وهو حسن الحديث“ حماد بن ابی سلیمان حسن الحدیث ہیں۔ (ماصح من آثار الصحابة: جلد ۱: صفحہ ۴۸۵)

اس سے معلوم ہوا امام حماد بن ابی سلیمان خود غیر مقلدین کے نزدیک حسن الحدیث ہیں۔

”معمّر عن حماد بن ابی سلیمان“ کی سند کا حال:

”معمّر عن حماد“ سے مروی حدیث کو حافظ عبد الغنی بن سعیدؒ (م ۲۰۹ھ)، حافظ ابو احمد بن عدیؒ (م ۳۶۵ھ)، امام ابو الحسن الدار قطنیؒ (م ۳۸۵ھ)، حافظ ابو علی ابن السکنؒ (م ۳۵۳ھ)، حافظ ابو علی النیسابوریؒ (م ۳۹۹ھ)، امام ابن مندہؒ (م ۳۹۵ھ)، امام ابو یعلیٰ خلیلیؒ (م ۴۲۵ھ) اور امام حاکمؒ (م ۴۰۵ھ)، حافظ المشرق خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) اور امام، حافظ ابو طاهر السلفیؒ (م ۵۷۱ھ) وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے۔

اسی طرح غیر مقلدین کے شیخ الابانی، شیخ زبیر علی زئی صاحب اور سلفی محقق شیخ حسین سلیم اسد نے بھی ”معمّر عن حماد“ کی سند کو صحیح کہا ہے۔ (سنن نسائی: حدیث نمبر ۳۸۶، تحقیق الابانی، سنن نسائی، تحقیق زبیر علی زئی: حدیث نمبر ۳۸۹۱، ذخیرۃ العقبیٰ از شیخ محمد بن علی الاشبوی، ج: ۳، ص: ۱۰۱، اختصار فی علوم الحدیث مترجم زبیر علی زئی: ص: ۲۲، مسئلہ فاتحہ خلف الامام از زبیر علی زئی: ص: ۵۲، النکت لابن حجر: ج: ۱، ص: ۴۸۱، سنن دارمی: جلد ۴: صفحہ ۱۹۵، حدیث ۳۰۴)

اسی طرح حافظ ابن حزمؒ (م ۵۶۱ھ) نے بھی ”معمّر عن حماد“ سے مروی حدیثوں کو صحیح قرار دیا ہے۔ (المحلی: ج: ۱، ص: ۲۱۱، ج: ۳، ص: ۳۲۹، ۲۸۵، ماہنامہ اہل السنہ ممبئی، ستمبر ۲۰۱۷ء: ش: ۷۰، ص: ۱۶)

اور پھر خود غیر مقلدین کا اصول ہے کہ محدثین کی تصحیح و تحسین سے، راوی کا اپنے محتاط شیخ سے قبل الاختلاط سماع ثابت ہوتا ہے۔ (مقالات زبیر علی زئی: ج: ۶، ص: ۱۳۳، دین میں تقلید کا مسئلہ: ص: ۳۶) اتنا ہی نہیں، بلکہ حافظ ذہبیؒ (م ۴۸۸ھ) اور حافظ ابن حجرؒ (م ۸۵۲ھ) وغیرہ نے ”معمّر عن حماد“ کی سند سے مروی اقوال کو امام حماد بن ابی سلیمانؒ (م ۲۰۹ھ) سے ثابت مانا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: ج: ۵، ص: ۲۳۳، فتح الباری: ج: ۱، ص: ۳۳۳)

الغرض خود غیر مقلدین کے اصول سے ثابت ہوا کہ معمّرؒ (م ۵۳ھ) نے اپنے شیخ حماد بن ابی سلیمانؒ (م ۲۰ھ) سے ان کے الاختلاط سے پہلے کا سماع کیا تھا۔ لہذا ظہیر صاحب کا اعتراض باطل اور مردود ہے۔ پھر اس سند کی متابعت بھی موجود ہیں۔

دوسری دلیل:

امام ابو بکر ابن ابی شیبہؒ (م ۲۳۵ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا أبو بكر قال: نا أسامة، عن سعيد، عن أبي معشر، عن إبراهيم، قال: «إن بلالا، كان يثني الأذان والإقامة. (مصنف ابن أبي شيبة: ج ۲: ص ۳۲۱)

اس کی سند کا حال:

- ۱- ابو بکر ابن ابی شیبہؒ: ثقہ حافظ۔ (تقریب: ۳۵۷۵)
- ۲- ابو اسامہؒ (حماد بن اسامہ): ثقہ ثبت رہنما دلس۔ (تقریب: ۱۳۸۷)
- ۳- سعید بن ابی عروبہؒ: ثقہ حافظ۔ (تقریب: ۲۳۶۵) اور ان سے قبل الاختلاط ابو اسامہؒ نے سماع کیا ہے۔ (مقالات زبیر علی زئی: ج ۴: ص ۳۶۴)
- ۴- ابو معشر زیاد بن کلیب: ثقہ۔ (تقریب: ۲۰۹۶) ابو حاتمؒ کہتے ہیں کہ ”من قدماء أصحاب إبراهيم“ ابو معشرؒ، ابراہیم نخعیؒ کے قدیم شاگردوں میں سے ہیں۔ (تہذیب الکمال: جلد ۳۴: صفحہ ۳۰۷)
- ۵- امام ابراہیم بن یزید النخعی: ثقة إلا أنه يرسل كثيرا، ثقہ ہیں مگر ارسال بہت کرتے ہیں۔ (تقریب: ۲۷۰) ان کی جمہور محدثین کے نزدیک مراسیل حجت ہیں۔ (مجلہ الاجماع: ش ۳: ص ۲۵۱)

نیز ظہیر صاحب نے امام ابراہیم نخعیؒ کی عنعنہ پر بھی اعتراض کیا ہے۔ لیکن محدثین نے واضح کیا کہ وہ ثقہ سے روایت کرتے تھے اور ان کی تدلیس مقبول ہے۔ (الاجماع: ش ۳: ص ۲۵۴، طبقات المدلسین: ص ۲۸) نیز خود اہل حدیث مسلک کے ارشاد الحق اثری صاحب اور غیبی احمد صاحب نے بھی امام ابراہیم نخعیؒ کی عنعنہ کو قبول کیا۔ (مقالات اثریہ: ص ۲۵۹)

لہذا ظہیر صاحب کا یہ اعتراض بھی باطل اور مردود ہے۔



اس سے معلوم ہوا کہ اس سند کے بھی تمام روایات ثقہ ہیں۔ نیز اگرچہ یہ سند مرسل ہے۔ لیکن حدیث صحیح، متصل اور حجت ہے۔ کیونکہ عبدالرزاق میں یہ روایت ”عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ بِلَالٍ“ کی سند سے آئی ہے جس کی تفصیل دلیل نمبر ۴ میں آرہی ہے۔ دلیل نمبر ۲ کے تحت حماد کی متصل روایت بھی اس کے متابع میں موجود ہے۔

### دلیل نمبر ۴:

امام عبدالرزاق الصنعانی<sup>(م ۲۱۱ھ)</sup> نے کہا:

عَنِ الثَّوْرِيِّ، عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ بِلَالٍ قَالَ: كَانَ أَذَانُهُ، وَإِقَامَتُهُ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ۔ (مصنف عبدالرزاق: حدیث نمبر ۱۷۹۱)

### روایات کی تفصیل:

- ۱- امام عبدالرزاق: ثقہ حافظ۔ (تقریب: ۴۰۶۳)
- ۲- سفیان بن سعید الثوری: ثقہ حافظ فقیہ عابد امام حجة، وکان ربما دلس۔ (تقریب: ۲۴۴۵)
- ۳- ابو معشر زیاد بن کلیب
- ۴- امام ابراہیم بن یزید النخعی
- ۵- اسود بن یزید النخعی کی توثیق گزر چکی۔
- ۶- بلال بن رباح مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں۔

معلوم ہوا اس سند کے تمام روایات ثقہ ہیں۔ اور (متابعات کی وجہ سے) یہ حدیث صحیح ہے۔<sup>10</sup>

<sup>10</sup> اعتراض نمبر ۱:

اس کے بارے میں امام ابو بکر احمد بن منصور الرمادی<sup>(م ۲۶۵ھ)</sup> کہتے ہیں کہ سفیان نے ابو معشر سے نہیں سنا ہے۔

## دلیل نمبر ۵:

امام طحاوی (م ۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:

### الجواب نمبر ۱:

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ امام سفیان ثوریؒ اور ابو معشر زیاد بن کلیبؒ دونوں کو فی ہیں، ابو معشر کے انتقال (۱۱۹ھ) کے وقت سفیان ثوریؒ تقریباً ۲۲ سال کے تھے، نیز امام ثوریؒ نے کم عمری سے حصول علم شروع کر دیا تھا، اس لئے امکان لقاء موجود ہے۔

### الجواب نمبر ۲:

نیز سعید بن ابی عروبہؒ عن ابی معشر اور اس سے پہلے معمر بن حماد کی روایت سے اس کی متابعت ہوتی ہے۔ لہذا متابعت کی وجہ سے اسود کی یہ حدیث متصل ہوگی اور سلفی محقق شیخ نبیل سعد الدین سلیم جرار نے اس حدیث کی تصحیح نقل کی ہے۔ (الایماء إلى زوائد الأماہی والأجزاء: جلد ۲: صفحہ ۶۵، رقم الحدیث ۱۰۰۷، حاشیہ ۳) نیز دیکھئے (الایماء: جلد ۱، مقدمہ: صفحہ ۱۰)

### سفیان ثوریؒ کا خود دودھری اقامت کہنا:

مذکورہ بالا روایت کی متابعت اس سے بھی ہوتی ہے کہ خود امام سفیان ثوریؒ (م ۱۱۹ھ) سید العلماء العالمین فی زمانہ (سیر) نے ”قال عبد الرزاق: سمعت الثوري، وأذن لنا بمنى فقال: " الله أكبر الله أكبر أشهد أن لا إله إلا الله مرتين، أشهد أن محمدا رسول الله صلى الله عليه وسلم مرتين، فصنع كما ذكر في حديث عبد الرحمن بن أبي ليلى في الأذان، والإقامة تمام مثل الحديث " مقام منی میں، جہاں حاجیوں کا جم غفیر ہوتا ہے، بلا خوف تردید، دودھری اقامت کہی۔ (مصنف عبد الرزاق: جلد ۱: صفحہ ۴۶۱، رقم ۱۷۸۸، واسنادہ صحیح)

### اعتراض نمبر ۲:

ظہیر صاحب کہتے ہیں کہ یہ سند سفیان ثوریؒ کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (ضرب حق: ش: ۱۱، ص: ۲۶)

### الجواب:

تدلیس کے مسئلہ پر ظہیر صاحب جیسے حضرات کا رد، سفیان ثوریؒ کی تدلیس کا دفاع اور ان کی عنعنہ کو قبول خود اہل حدیث علماء نے کیا ہیں۔ (انوار البدر: ص: ۱۴۷، مقالات اثریہ: ص: ۲۵۳) لہذا یہ اعتراض بھی مردود ہے۔

محمد بن خزیمہ، قال: ثنا محمد بن سنان، قال: ثنا شریک، ح وحدثنا روح بن الفرّج، قال: ثنا محمد بن سلیمان لوین، قال: ثنا شریک، عن عمران بن مسلم، عن سوید بن غفلة، قال: «سمعت بلالا، يؤذن مثنى، ويقیم مثنى»

حضرت سوید بن غفلةؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت بلالؓ کو دوہری اذان اور دوہری اقامت کہتے ہوئے سنا۔ (شرح معانی الآثار: جلد ۱: صفحہ ۱۳۴، حدیث ۸۲۸)

### اس کی سند کا حال:

- ۱- امام طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) مشہور ثقہ، ثبت حافظ الحدیث ہیں۔ (کتاب الثقات للقاسم: ج ۲: ص ۳۶)
- ۲- محمد بن خزیمہ بن راشد ابو عمرو البصری: ثقہ۔ (الثقات للقاسم: جلد ۸: صفحہ ۲۶۷، رقم ۹۷۰۰، التذیل کتب الجرح والتعديل: جلد ۱: صفحہ ۲۷۰، رقم ۷۲۶) اور ان کے متابع میں روح بن الفرّج (ابو الزبایع المصری): ثقہ۔ (تقریب: ۱۹۶۷) موجود ہے۔
- ۳- محمد بن سنان (وهو العوتی): ثقہ ثبت۔ (تقریب: ۵۹۳۵) اور ان کے متابع میں محمد بن سلیمان لوین: ثقہ۔ (تقریب: ۵۹۲۵) موجود ہے۔
- ۴- شریک النخعی: صدوق یخطئ کثیرا، تغیر حفظه منذ ولی القضاء بالكوفة۔ (تقریب: ۲۷۸۷) اور وہ خود غیر مقلدین کے نزدیک حسن الحدیث ہے۔<sup>11</sup>
- ۵- عمران بن مسلم (الجعفی الکوفی النخعی): ثقہ۔ (تقریب: ۵۱۶۹)
- ۶- سوید بن غفلة: ثقہ، امام۔ (الکاشف)

11 مشہور سلفی محقق شیخ احمد شاکرؒ ان کی توثیق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ”تکلم فیہ بعضہم بغیر حجة، إلا أنه کان یخطئ فی بعض حدیثہ“ بعض لوگوں نے بلا دلیل ان پر کلام کیا ہے، ہاں اتنا ہے کہ ان سے بعض حدیثوں میں غلطی ہوئی ہے۔ (مسند أحمد: شاکر: ج ۵: ص ۳۱۷، حدیث ۵۹۶۶)، اسی طرح دوسری سلفی محقق شیخ حسین سلیم اسد دارانی، نے کئی صفحات میں شریکؒ پر بحث کی ہے، اور ان پر کی گئی تمام جروحاً، تدلیس، اختلاط، سوء حفظ اور کثرت خطاء، تولیت قضاء پر مفصل بحث کی اور ان کا جواب دیا ہے، پھر اخیر میں ان کی حدیث کو حسن کہا ہے۔ (موارد الظمان إلی زوائد صحیح ابن حبان، ت حسین آسہ: جلد ۵: صفحہ ۳۳۸ تا ۳۴۲)

اس روایت کے تمام راوی ثقاہت ہیں، شریکؒ بھی اہل حدیثوں کے نزدیک حسن الحدیث ہے۔ الغرض یہ سند حسن ہے۔ نیز حضرت سوید بن غفلہؒ نے حضرت بلالؓ سے سماع کی تصریح بھی کی ہے۔<sup>12</sup>

ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ حضرت بلالؓ سے اکہری اقامت کی طرح دوہرا اقامت کہنا ثابت ہے۔

### بغیر ترجیح کی اذان کے ساتھ دوہری اقامت کے قائلین:

<sup>12</sup> اعتراض:

ظہیر صاحب کہتے ہیں کہ اس کی سند میں شریکؒ مدلس ہیں لہذا سند ضعیف ہے۔ (ضرب حق)

الجواب:

حافظ سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے کہا: ”کان قلیل التذلیس“ شریکؒ کم تذلیس کرتے تھے۔ (اسماء المدلسین: ص ۵۸)، حافظ ابن العرائیؒ (م ۸۲۶ھ) اور حافظ ابن الجوزیؒ (م ۸۵۱ھ) نے کیا: ”لیس تذلیسہ بالکثیر“ ان کی تذلیس زیادہ نہیں ہے۔ (المدلسین: ص ۵۸، التبیین لأسماء المدلسین ص ۳۳) اور حافظ ابن حجرؒ (م ۸۵۲ھ) نے کہا: ”کان یعتبر أمان التذلیس“۔ (طبقات المدلسین: ص ۳۳) اور قلیل التذلیس خود غیر مقلدین کے نزدیک قابل قبول ہے۔ (انوار البدر: ص ۱۴۵، مقالات اثریہ: ص ۲۵۰) لہذا یہ اعتراض باطل ہے۔

### حضرت بلالؓ اور حضرت سوید بن غفلہؒ کے لقاء کا ثبوت:

حضرت سوید بن غفلہؒ، نبی اکرم ﷺ کے تقریباً ہم عمر ہیں، البتہ نبی اکرم ﷺ سے ملاقات میں اختلاف ہے، ۱۰۰ سال سے زیادہ عمر ہوئی، ۸۲ھ میں وفات پائی، انتہائی زاہدانہ زندگی گزارنے کے باوجود قوت کا یہ عالم تھا کہ کبھی ٹیک لگا کر یا کپڑا باندھ کر (جس کو قبوہ لگا کر) بیٹھے، نہیں دیکھے گئے، وفات کے سال کنواری عورت سے نکاح کیا، حضرت ابو بکرؓ سے ملاقات ثابت ہے، نیز کئی روایتوں میں حضرت بلالؓ سے لقاء کا صریح ثبوت موجود ہے، مثلاً:

مصنف ابن ابی شیبہ میں روایت ہے: حدثنا ابن نمیر عن الأعمش عن عمران عن سوید عن بلال قال: کان یسوي مناكبنا وأقدمنا فی الصلاة۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۵۳۴) اس اثر کو غیر مقلد عالم شیخ زکریا غلام قادر پاکستانی نے صحیح کہا ہے۔ (ماصح من آثار الصحابة فی الفقه: ۳۶۱/۱)

اعتصام للشاطبی کی تحقیق میں سلفی محقق شیخ سعد بن عبد اللہ آل حمید نے سوید بن غفلہ قال سمعت بلالاً کی سند کو صحیح کہا ہے۔

وقال بلال: لا أبالي أن أضحي بكبش أو بدیک (۵)۔ (وفی الحاشیة) (۵): أخرجه عبد الرزاق (۸۱۵۶)، وابن حزم فی "المحلی" (۷/ ۳۵۸) من طریق سوید بن غفلة: سمعت بلالا - - - فذكره ولم يذكر قوله: "بكبش". وإسناده صحيح

اور اس طحاوی والی روایت میں سویدؒ نے سماع کی تصریح فرمائی ہے۔ لہذا یہ روایت متصل اور حسن ہے۔ واللہ اعلم

- امام ترمذیؒ فرماتے ہیں ”وبہ يقول سفیان الثوري، وابن المبارك، وأهل الكوفة“ یہ سفیان ثوریؒ، ابن المبارکؒ اور اہل کوفہ کا قول ہے۔ (سنن ترمذی: جلد ۱: صفحہ ۲۶۷، حدیث ۱۹۴)

- امام ابن عبد البر مالکیؒ فرماتے ہیں

”وقال أبو حنيفة وأصحابه والثوري والحسن بن حي وعبيد الله بن الحسن الأذان والإقامة جميعا مثنى مثنى والتكبير عندهم في أول الأذان وأول الإقامة الله أكبر أربع مرات قالوا كلهم ولا ترجيع في الأذان وإنما يقول أشهد أن لا إله إلا الله مرتين أشهد أن محمدا رسول الله مرتين ثم لا يرجع إلى الشهادة بعد ذلك ولا يمد صوته۔

وحجتهم في ذلك حديث عبد الرحمن بن أبي ليلى قال حدثنا أصحاب محمد عليه السلام أن عبد الله بن زيد جاء إلى النبي عليه السلام فقال يا رسول الله! رأيت في المنام كأن رجلا قام وعليه بردان أخضران على جذم حائط فأذن مثنى مثنى وأقام مثنى مثنى وقعد قعدة بينهما قال فسمع بذلك بلال فقام فأذن مثنى وقعد قعدة وأقام مثنى مثنى يشفعون الأذان والإقامة وهو قول جماعة التابعين والفقهاء بالعراق۔ قال أبو إسحاق السبيعي كان أصحاب علي وعبد الله يشفعون الأذان والإقامة۔ فهذا أذان الكوفيين متوارث عندهم به العمل قرنا بعد قرن أيضا كما توارث الحجازيون في الأذان زمنا بعد زمن على ما وصفنا “

امام ابو حنیفہؒ، آپ کے شاگرد، امام سفیان ثوریؒ، امام حسن بن حی، اور عبید اللہ بن حسن، کہتے ہیں کہ اذان اور اقامت دونوں دوہری کہی جائیں گی، اور ان کے نزدیک اذان و اقامت کے شروع میں تکبیر کے کلمات بھی چار مرتبہ کہیں جائیں گے، نیز یہ تمام حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ اذان میں ترجیع نہیں ہوگی۔

ان کی دلیل حضرت عبد اللہ بن زیدؒ کی حدیث ہے۔۔۔۔۔

یہ لوگ اذان و اقامت دونوں دوہری کہتے ہیں۔ یہی تابعین کی ایک جماعت اور فقہاء عراق کا بھی قول ہے۔ ابو اسحاق السبیعیؒ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے کے شاگرد، اذان و اقامت دوہری کہا کرتے تھے۔ پس یہی کوفہ والوں کی اذان ہے، ہر زمانہ میں ان کے یہاں اسی پر عمل ہوتا چلا آیا ہے۔

جیسا کہ اہل حجاز توارث کے ساتھ اس اذان پر عمل کرتے چلے آ رہے ہیں جو ہم نے بیان کی۔ (الاستذکار: جلد ۱: صفحہ ۳۶۹)

- یہی بات امام ابو عبد اللہ قرطبیؒ (م ۴۷۲ھ) بھی کہتے ہیں۔ (الجامع لأحكام القرآن: جلد ۶: صفحہ ۲۲۷)

اس سے معلوم صحابہ کرامؓ اور تابعینؓ کے زمانہ سے اس پر عمل ہو رہا ہے۔

- شیخ الاسلام، امام ابو بکر بن عیاشؒ کا قول:

سنن دار قطنی میں حضرت عبداللہ بن زیدؓ کی روایت نقل کرتے ہوئے ایک راوی شیخ الاسلام مقرر فیقیہ محدث، امام ابو بکر بن عیاش اسدیؒ، جو کوفہ کے رہنے والے ہیں، اور قرآت کے سات اماموں میں سے امام حمزہ الزیاتیؒ کے دو شاگردوں میں سے ایک ہیں، اور ان کی ولادت ۹۶ھ سے ۱۰۰ھ کے درمیان ہے، حضرت فرماتے ہیں: 'علیٰ نحو من اذاننا الیوم' جیسے آج ہماری اذان ہے۔ (سنن دار قطنی: جلد ۱: صفحہ ۴۵۲، حدیث ۹۳۷)

اس سے معلوم ہوا کہ تبع تابعین کے زمانہ میں بھی کوفہ میں اسی طرح اذان و اقامت ہوتی تھی۔

- سفیان ثوریؒ کا خود دوہری اقامت کہتے ہیں جیسا کہ تفصیل گزر چکی۔ (مصنف عبدالرزاق: جلد ۱: صفحہ ۴۶۱، رقم ۱۷۸۸)

- امام قاضی عیاض مالکیؒ فرماتے ہیں: اہل کوفہ دوہری اذان و اقامت کہتے ہیں اور یہ بعض سلف کا قول ہے۔ (اکمال المعلم بقوائد مسلم: ج ۲: ص ۲۴۱) اس سے معلوم ہوا دوہری اذان و اقامت بھی سلف کا ہی قول ہے۔

ان تمام علماء کے اقوال سے صرف نظر کرتے ہوئے، ظہیر امن پوری نے **احتاف دشمنی میں صرف اپنے مطلب کا قول** نقل امام نوویؒ سے نقل کر دیا کہ امام نوویؒ فرماتے ہیں: امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ اقامت کے سترہ کلمات ہیں، پس وہ سب کو دو دو بار کہتے ہیں، اور یہ مذہب شاذ ہے۔ (ضرب حق: ج ۱: ص ۳۱)

اس کا جواب ہم خود دینے کے بجائے سلفی علماء سے نقل کر دیتے ہیں:

سلفی عالم شیخ ابراہیم بن ابراہیم قرطبی، امام نوویؒ کا قول نقل کر کے کہتے ہیں:

”شوکانیؒ (جو کہ غیر مقلدین کے بڑے علماء میں ہیں) کہتے ہیں کہ حنفیہ، ہادیہ، ثوریؒ، ابن مبارکؒ اور اہل کوفہ کے نزدیک اقامت کے الفاظ اذان کی طرح ہیں، مع اضافہ قد قامت الصلاة، ان کا استدلال حضرت عبداللہ بن زیدؓ کی حدیث سے ہے، جسے امام ترمذیؒ اور امام ابوداؤدؒ نے روایت کیا ہے، جس کے الفاظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی اذان و اقامت دوہری تھی، اور یہی معنی حضرت بلاؒ سے بھی مروی ہے۔“

شیخ قریبی کہتے ہیں:

علماء نے اس میں علت بیان کی ہے۔

آگے شیخ قریبی کہتے ہیں:

مگر شوکانیؒ نے ان علتوں کو دفع کیا (ان کا جواب دیا) ہے، اور اس کی تائید حضرت ابو محذورہؓ کی حدیث سے بھی کی ہے، جس میں یہ آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں اذان ۱۹ انیس کلمات اور اقامت ۷ کلمات سکھائے، نیز کہتے ہیں: امام ترمذیؒ اور دوسرے محدثین نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، پس (ابو محذورہؓ کی) یہ حدیث، اس حدیث کیلئے نسخ ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت بلالؓ کو حکم دیا گیا کہ اذان دوہری اور اقامت اکہری کہیں، اس وجہ سے (نسخ ہے) کیونکہ یہ (حدیث ابو محذورہ)، حضرت بلالؓ کی حدیث کے بعد ہے، اس لئے کہ حضرت ابو محذورہؓ فتح مکہ کے وقت اسلام لائے اور بلالؓ کو اقامت اکہری کہنے کا حکم، اذان کی مشروعیت کے شروع میں دیا گیا تھا۔

شوکانیؒ آگے کہتے ہیں:

یہ جان لینے کے بعد تم پر واضح ہو گیا کہ دوہری اقامت کی حدیثیں اس لائق ہیں کہ ان سے حجت پکڑی جائے، جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔

اور اکہری اقامت کی احادیث اگرچہ زیادہ صحیح ہیں، اسلئے کہ ان کی سندیں زیادہ ہیں، اور چونکہ وہ صحیحین میں ہیں، لیکن دوہری اقامت کی حدیثیں اضافہ پر مشتمل ہیں، پس اسے اختیار کرنا لازم ہے، خاص طور پر اس وجہ سے بھی کہ ان میں سے بعض مؤخر ہیں، جیسا کہ ہم نے تمہیں بتایا۔ (امام شوکانیؒ کی بات مکمل ہوئی)

شیخ قریبی کہتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ اکہری اقامت کی حدیثیں زیادہ صحیح اور تعداد میں بھی زیادہ ہیں، اور اس کے قائلین بھی جمہور علماء ہیں، امام احمد بن حنبلؒ سے کہا گیا:

کیا ابو محذورہؓ کی حدیث حضرت عبداللہ بن زیدؓ کی حدیث کے بعد نہیں ہے، اس لئے کہ ابو محذورہؓ کی حدیث فتح مکہ کے بعد کی ہے؟

اور امام احمدؒ نے فرمایا: کیا رسول اللہ ﷺ نے (اس سفر سے، جس میں ابو مخذورہؓ کو اذان سکھائی تھی) مدینہ واپس آنے کے بعد حضرت بلالؓ کو حضرت عبد اللہ بن زیدؓ کی اذان پر باقی نہیں رکھا تھا؟

امام شوکانیؒ (امام احمدؒ کے اس استدلال کا جواب دیتے ہوئے) کہتے ہیں:

(امام احمدؒ کا) یہ (اس استدلال) اس بات پر موقوف ہے کہ صحیح طور پر منقول ہو کہ نبی اکرم ﷺ کے مدینہ منورہ واپس آنے کے بعد حضرت بلالؓ نے اکہری اقامت کہی، صرف امام احمد بن حنبلؒ کا کہہ دینا کافی نہیں، اور اگر یہ ثابت (بھی) ہو کہ (نبی اکرم ﷺ کے مدینہ منورہ واپس آنے کے بعد حضرت بلالؓ نے اکہری اقامت کہی) تب بھی یہ ان علماء کے مذہب کی دلیل ہوگی جن کا کہنا ہے کہ (اکہری اقامت و دوہری اقامت) سب جائز ہے، اور اس کو (یعنی اکہری و دوہری اقامت، دونوں کے جواز کے قول کو) اختیار کرنا لازم ہوتا، اس لئے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک چیز ایک دوسرے کے بعد کی گئی جو تمام کے جواز کا پتہ دیتی ہے نہ کہ نسخ کا۔

آگے شیخ ابراہیم قرطبی کہتے ہیں:

اور میں کہتا ہوں کہ اس معاملہ میں زیادہ سلامتی تمام (طریقہ اقامت) کے جواز کے قول میں ہے، جبکہ یہ تمام رسول اللہ ﷺ سے وارد ہے، اور ابن خزمہؒ اور ابن حبانؒ نے اس کو اختلاف مباح میں سے شمار کیا ہے۔

شیخ قرطبی کہتے ہیں:

ابن عبد البرؒ کہتے ہیں: امام احمد بن حنبلؒ، اسحاق بن راہویہ، داؤد بن علی، محمد بن جریر طبری ان تمام چیزوں کے جواز کے قائل ہیں جو اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے، اور اس (اختلاف) کو اباحت و تنجیہ پر محمول کیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ سب جائز ہے، اس لئے کہ یہ تمام (طریقہ) نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہیں، اور ان پر آپ ﷺ کے صحابہؓ نے عمل کیا، پس جو چاہے اذان کے شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کہے اور جو چاہے دو مرتبہ، اور جو چاہے دوہری اقامت کہے اور جو چاہے کہ اکہری، البتہ قد قامت الصلاۃ بہر حال دو مرتبہ کہا جائے گا۔ (امام عبد البرؒ کی بات پوری ہوئی)

شیخ قرطبی آگے کہتے ہیں:



ابن القیمؒ نے بھی اس مسئلہ اور اس جیسے (دوسرے مسائل) کی طرف اشارہ کیا ہے جو مباح خلافت میں سے ہے، جس میں نہ کرنے والے پر سختی کی جاتی ہے، نہ چھوڑنے والے پر۔ شیخ ابراہیم قریمی کی بات ختم ہوئی۔ (مرویات غزوہ حنین و حصار طائف: جلد ۲: صفحہ ۵۸۹، نیل الاوطار: ج ۲: ص ۵۱) اس کتاب کو مدینہ منورہ کی اسلامی یونیورسٹی نے خود شائع کیا ہے۔<sup>13</sup>

<sup>13</sup> الفاظ یہ ہیں:

قال النووي: وهذا المذهب شاذ۔

وقال الشوكاني: وذهبت الحنفية والهادوية والثوري وابن المبارك وأهل الكوفة إلى أن ألفاظ الإقامة ، مثل الأذان عندهم مع زيادة قد قامت الصلاة مرتين، واستدلوا بما في رواية عبد الله بن زيد عند الترمذي، وأبي داود، بلفظ: "كان أذان رسول الله صلى الله عليه وسلم شفعا شفعا في الأذان والإقامة ، وروي معنى ذلك عن بلال. وقد أعلها العلماء۔

غير أن الشوكاني: دافع عنها وأيدها بحديث أبي محذورة الوارد فيه "أن رسول الله صلى الله عليه وسلم علمه الأذان تسع عشرة كلمة والإقامة سبع عشرة كلمة" قال: وهو حديث صححه الترمذي وغيره. "فيكون ناسخا لحديث "أمر بلال أن يشفع الأذان ويوتر الإقامة" لتأخره عن حديث بلال، لأن أبا محذورة من مسلمة الفتح، وبلا لا أمر بإفراد الإقامة أول ما شرع الأذان۔

ثم قال: وإذا عرفت هذا تبين لك أن أحاديث تثنية الإقامة صالحة للاحتجاج كما أسلفناه۔

وأحاديث إفراد الإقامة وإن كانت أصح منها لكثرة طرقها وكونها في الصحيحين، ولكن أحاديث التثنية مشتملة على الزيادة، فالمصير إليها لازم لا سيما مع تأخر تاريخ بعضها كما عرفناك۔ إھـ

فقد تبين من هذا أن أحاديث إفراد الإقامة أصح وأكثر وأن القائلين بها هم جماهير العلماء، وقد قيل للإمام أحمد بن حنبل:

أليس حديث أبي محذورة بعد حديث عبد الله بن زيد، لأن حديث أبي محذورة بعد فتح مكة، قال: أليس قد رجع رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى المدينة فأقر بلالاً على أذان عبد الله بن زيد۔

قال الشوكاني: ولكن هذا متوقف على نقل صحيح أن بلالاً أذن بعد رجوع النبي صلى الله عليه وسلم المدينة وأفرد الإقامة، ومجرد قول أحمد بن حنبل لا يكفي، فإن ثبت ذلك، كان دليلاً لمذهب من قال بجواز الكل ويتعين المصير إليهما؛ لأن فعل كل واحد من الأمرين عقب الآخر مشعر بجواز الجميع لا بالنسخ۔

وأقول لعل الأسلم في ذلك هو القول بجواز الكل ما دام أن الجميع قد ورد عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، وقد جعله ابن خزيمة وابن حبان من الاختلاف المباح۔

ہم ایک ایسی کمپنی میں رہتے ہیں جہاں بہت سے کام کرنے والے ترک حضرات ہیں، جو مسلمان ہیں، ہمیں نماز کیلئے بلاتے ہیں، اور اذان و اقامت کہتے ہیں، البتہ ان کا مؤذن، اقامت بالکل اذان کی طرح کہتا ہے۔ (خلاصہ)

شیخ جواب میں کہتے ہیں:

اس میں کوئی حرج نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جو اقامت، اذان کی طرح کہے اس میں کوئی حرج نہیں (خلاصہ)۔ (فتاویٰ نور علی الدرب: جلد ۶: صفحہ ۳۴۳)<sup>۱۴</sup> اس سے معلوم ہوا کہ خود سلفی علماء کے نزدیک امام نوویؒ کے اس قول (یہ مذہب شاذ ہے) سے صحیح نہیں ہیں۔

وقال ابن عبد البر: ذهب أحمد بن حنبل وإسحاق بن راهويه وداود بن علي، ومحمد بن جرير الطبري إلى إجازة القول بكل ما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في ذلك وحملوه على الإباحة والتخيير، قالوا: "كل ذلك جائز لأنه قد ثبت عن النبي صلى الله عليه وسلم جميع ذلك وعمل به أصحابه، فمن شاء قال: الله أكبر أربعاً في أول الأذان. ومن شاء ثنى الإقامة، ومن شاء أفرد، إلا قوله: "قد قامت الصلاة" فإن ذلك مرتان على كل حال. إهـ

وأشار ابن قيم الجوزي أيضاً إلى أن هذا ونحوه من الخلاف المباح الذي لا يعنف فيه من فعله، ولا من تركه.

14 الفاظ یہ ہیں:

بيان جواز أن يأتي بلفظ الإقامة كالأذان

س: إننا نعيش في مؤسسة وكثير من العاملين فيها من الأتراك المسلمين جزاهم الله عنا خيرا، هؤلاء الأتراك مسلمون بمعنى الكلمة يحضوننا على الصلاة، ويؤذنون ويقيمون ويؤمنوننا في الصلاة، لكن المؤذن عندهم يقيم الصلاة كالأذان - أى إنه يأتي بالإقامة كالأذان بالضبط - فهل هذا جائز أم لا؟ وفقكم الله

ج: لا حرج في ذلك؛ لأن الأذان جاء على نوعين: نوع بالتكبير في أوله أربع والشهادتين، الشهادة مرتين مرتين، والتكبير في آخره مرتين. والحيلة كل واحدة مرتين، وجاءت الإقامة على نحوه في حديث أبي محذورة وجاء في حديث أنس في أذان بلال الإيتار في الإقامة، فمن أوتر الإقامة فهو أفضل على حديث بلال، وإقامة بلال: الله أكبر الله أكبر أشهد أن لا إله إلا الله أشهد أن محمدا رسول الله حي على الصلاة، حي على الفلاح، قد قامت الصلاة قد قامت الصلاة الله أكبر الله أكبر لا إله إلا الله.

## حضرت ابو مخذورہؓ کی حدیث سے استدلال پر ایک اعتراض اور اس کا جواب: (آذان میں ترجیع کا مسئلہ)

شیخ البانیؒ نے مذہبی تعصب کا طعنہ دے کر (الشمز المستطاب: جلد ۱: صفحہ ۲۰۷-۲۰۸) اور امن پوری صاحب نے تعجب خیز دلیل کہہ کر، (ضرب حق: ش: ۱۱: ص ۲۹-۳۰) یہ اعتراض کیا ہے کہ

احناف، حضرت ابو مخذورہؓ کی حدیث سے آدھا حصہ لیتے ہیں، اور آدھا حصہ چھوڑ دیتے ہیں، کیونکہ ان کی حدیث میں مذکور آذان، ۱۹ کلمات پر مشتمل یعنی مع ترجیع ہے، اسکو تو نہیں لیتے، البتہ انکی اقامت جو ۷ کلمات پر مشتمل ہے، اس کو لے لیتے ہیں، یعنی ایک ہی حدیث کے آدھے حصہ کو لیتے ہیں اور آدھے کو چھوڑ دیتے ہیں۔

جواب:

(اول) اس میں اصل غلطی یا تجاہل عارفانہ مسلکِ احناف کو سمجھنے میں ہے:

آذان و اقامت کے باب میں احناف کی اصل دلیل ’ملک نازل من السماء‘ کی آذان و اقامت کی حدیث (یعنی عبداللہ بن زیدؓ کی روایت) ہے۔ حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ (م ۱۳۵۳ھ) فرماتے ہیں ”قلت: والأجود عندي ما عبر به صاحب الهداية: أن حجتنا آذان الملك النازل من السماء وإقامته۔“ میں کہتا ہوں کہ میرے نزدیک صاحب ہدایہؒ کی تعبیر بہترین ہے کہ ہماری دلیل، آسمان سے اترنے والے فرشتہ کی آذان و اقامت ہے۔ (فیض الباری: جلد ۲: صفحہ ۲۰۴)

(دوم) علماء احناف ترجیع کو ناجائز، کلماتِ آذان میں اضافہ اور بدعت نہیں سمجھتے، بلکہ مع ترجیع آذان بھی جائز ہے، دلیل جوازِ ترجیع ابو مخذورہؓ کی حدیث ہے، البتہ افضل بلا ترجیع آذان ہے، جو کہ ملک نازل من السماء کی آذان ہے۔

هذا هو الأفضل كما جاء في آذان بلال وفيما رواه عبد الله بن زيد لما أرى الأذان فمن أتى بالإقامة على شبه الأذان فلا بأس؛ لأن هذا جاء في حديث أبي مخذورة: علمه الإقامة كما علمه الأذان عليه الصلاة والسلام فالأمر في هذا واسع من باب اختلاف التنوع، والأذان كذلك تنوع لأنه جاء فيه كما تقدم، وجاء فيه إعادة الشهادتين مرة أخرى يأتي بها بصوت خفي ليس بجهوري وليس برفيع جدا ثم يأتي برفع الصوت بذلك مرة أخرى بالشهادتين أرفع من اللفظ الأول، وهذا يسمى ترجيعا۔

- حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے بھی تحریر فرمائی ہے: ”وحاصل الکلام: أن بلالا رضي الله عنه لم يثبت عنه الترجيع في الأذان، وكذلك الملك النازل من السماء، نعم ثبت في أذان أبي محذورة، فلا بد أن يقر بالأمرين، أي الترجيع وعدمه، ويجري الكلام في الاختيار فقط“۔ (فيض الباری: جلد ۲: صفحہ ۲۰۷، حدیث ۶۰۸)

- شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب بارک اللہ فی علمہ و عمرہ فرماتے ہیں:

”حنابلہ اور حنفیہ کے ہاں اذان کے کلمات پندرہ ہیں، جس میں ترجیع نہیں ہے، اور اذان کے شروع میں تکبیر چار مرتبہ ہے، لیکن یہ اختلاف محض الفضلیت میں ہے، چنانچہ حنفیہ کے نزدیک بھی ترجیع جائز ہے، اور امام سرخسیؒ اور بعض دوسرے فقہاء حنفیہ نے ترجیع کو جو مکروہ لکھا ہے اس سے مراد خلافِ اولیٰ ہے اور لفظ مکروہ بعض اوقات خلافِ اولیٰ کے معنی میں بھی استعمال ہو جاتا ہے، جیسا کہ علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ صوم عاشوراء کو تنہا رکھنا بعض فقہاء نے مکروہ کہا ہے، لیکن اس سے مراد خلافِ اولیٰ ہے۔“ (درسِ ترمذی: جلد ۱: صفحہ ۴۵۳)

شامی میں ہے:

قال في الدر: (ولا ترجيع) فإنه مكروه ملتقى -

قال ابن عابدین: (قوله: فإنه مكروه ملتقى) ومثله في القهستاني، خلافا لما في البحر من أن ظاهر كلامهم أنه مباح لا سنة ولا مكروه. قال في النهر: ويظهر أنه خلاف الأولى. وأما الترجيع بمعنى التغني فلا يحل فيه اه وحينئذ فالكرهية المذكورة تنزيهية۔ (الدر المختار مع رد المحتار: جلد ۱: صفحہ ۳۸۶)

- حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

اور عبد اللہ بن زیدؒ کی روایت جو بابِ اذان میں اصل کی حیثیت رکھتی ہے وہ بغیر ترجیع کے ہے، لہذا عدم ترجیع رائج ہے، البتہ ترجیع کے جواز میں کوئی کلام نہیں ہے۔ (انعام الباری: جلد ۳: صفحہ ۳۹۹)

- مفتی احمد ابراہیم بیات صاحب رحمہ اللہ فتاویٰ فلاحیہ میں فرماتے ہیں:

احناف کے نزدیک ترجیع نہ کرے، لیکن یہ صرف اولیٰ وغیر اولیٰ کا اختلاف ہے۔ (فتاویٰ فلاحیہ: ج ۲: ص ۲۳۶)

- سلفی عالم ڈاکٹر عبد اللہ بن محمد الطیار صاحب نے بھی یہی بات احناف کی طرف منسوب کی ہے:

حکمہ: اختلف الفقہاء فی حکم الترجیع علی ثلاثة أقوال:

القول الأول: یکرہ تنزیہاً. وهو رأي عند الحنفية ، وقيل بأنه الراجح عندهم. واحتجوا لذلك بأن بلالاً لم یکن یرجع فی أذانه. ولأنه لیس فی أذان الملك النازل من السماء.

القول الثاني: أن الترجیع سنة وهو قول عند المالكية ، وهو الصحيح عند الشافعية ورواية عند الحنابلة.

القول الثالث: أنه مباح فلیس بسنة ولیس بمکروه. وهو قول الحنفية والصحيح عند الحنابلة. (الفقه المیسر: جلد ۱: صفحہ ۱۷۰)

موسوعہ فقہیہ کویتیہ میں بھی احناف کا یہی موقف نقل کیا گیا ہے۔<sup>15</sup>

غور فرمائیں:

ان عبارتوں سے واضح ہو رہا ہے کہ احناف نے حضرت ابو مخذومہؓ کی حدیث کی ترجیع والی بات کو بالکل ترک کر دیا ہو، ایسا نہیں ہے، بلکہ حدیث ابی مخذومہؓ کی وجہ سے علماء احناف بھی ترجیع کے جواز کے قائل ہیں، البتہ اسے خلافِ اولیٰ سمجھتے ہیں۔

لہذا شیخ البانیؒ اور دیگر علماء احناف کو مذہبی تعصب کا طعنہ دینا درست نہیں ہے۔

(سوم) ترجیع سے متعلق احناف کا جو موقف (جائز، مگر خلافِ اولیٰ) ہے، یہی موقف، سلفی علماء کرام کا بھی ہے:

(۱) سعودیہ کے بڑے علماء میں سے ایک بڑے عالم، شیخ عبد اللہ البسامؒ تحریر فرماتے ہیں:

<sup>15</sup> الفاظ یہ ہیں:

الترجیع فی الأذان:

۱۱ - الترجیع هو أن یخفض المؤذن صوته بالشهادتين مع إسماعه الحاضرين، ثم یعود فیرفع صوته بهما۔

وهو مکروه تنزیہاً فی الراجح عند الحنفية: لأن بلالاً لم یکن یرجع فی أذانه. ولأنه لیس فی أذان الملك النازل من السماء۔

وهو سنة عند المالكية وفي الصحيح عند الشافعية: لوروده فی حدیث أبی مخذومہ، وهي الصفة التي علمها له النبي صلى الله عليه وسلم، وعلمها السلف والخلف۔

وقال الحنابلة: إنه مباح ولا یکرہ الإتيان به لوروده فی حدیث أبی مخذومہ. وبهذا أيضا قال بعض الحنفية والثوري وإسحاق ،

وقال القاضي حسين من الشافعية: إنه ركن فی الأذان۔ (الموسوعہ الفقہیہ الكويتیہ : ۲ / ۳۶۰)

”الأفضل ترك الترجيع“

افضل ترک ترجیع ہے۔ (توضیح الاحکام من بلوغ المرام: جلد ۱: صفحہ ۵۱۲، مایؤخذ من الحدیث، رقم ۶) اور حضرت ابو محذورہؓ کی حدیث سے مستفاد باتوں کے ضمن میں فرماتے ہیں: ”۵ - مشروعية الترجيع“ (ترجیع کی مشروعیت [جواز])۔ (توضیح الاحکام من بلوغ المرام: جلد ۱: صفحہ ۵۱۵، مایؤخذ من الحدیث، رقم ۵)

نور فرمائیے!

شیخ بسامؒ حضرت ابو محذورہؓ کی حدیث سے ترجیع کی ”مشروعیت“ اخذ کر رہے ہیں، ”سنیت“ نہیں، نیز یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ افضل ترک ترجیع ہے۔

(۲) اسی طرح سعودیہ کے بڑے علماء میں سے ایک اور بڑے عالم، شیخ عبد العزیز راجحی لکھتے ہیں:

”وأما أذان بلال فليس فيه ترجيع، وأذان بلال أفضل: لأنه كان هو الذي يؤذن به بين يدي النبي صلى الله عليه وسلم، وإذا عمل بأذان أبي محذورة فلا حرج“

بلالؓ کی اذان میں ترجیع نہیں، بلالؓ کی اذان افضل ہے، چونکہ نبی کریم ﷺ کے سامنے وہی اذان دیا کرتے تھے، البتہ اگر ابو محذورہؓ کی اذان پر عمل کرے تو کوئی حرج نہیں۔ (فتاویٰ متنوعہ: ۸/۱۳)

(۳) اسی طرح سعودیہ کبار علماء میں سے ایک اور بڑے عالم، شیخ عبد اللہ بن جبرین تحریر فرماتے ہیں:

”ونحن نقول: لا بأس بذلك، ولكن أذان بلال الذي ليس فيه ترجيع أصح، فإنه كان مع النبي صلى الله عليه وسلم ولم يأمره بالترجيع“

ہم کہتے ہیں اس (یعنی ترجیع) میں کوئی حرج نہیں، لیکن بلال رضی اللہ عنہ کی اذان جس میں ترجیع نہیں ہے، زیادہ صحیح ہے، اس لئے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے، لیکن آپ ﷺ نے ان کو ترجیع کا حکم نہیں فرمایا۔ (شرح عمدة الاحکام لابن جبرین: ۴/۱۰)

(۴) سابق مفتی مملکہ، شیخ عبد العزیز ابن بازؒ اپنے فتویٰ میں تحریر فرماتے ہیں:

”هذا يقال له: الترجيع وهذا علمه النبي صلى الله عليه وسلم أبا محذورة رضي الله عنه وكان يؤذن به في مكة رضي الله عنه، فمن فعله فلا بأس، فهو نوع من أنواع الأذان الشرعي، ولكن الأفضل هو أذان بلال رضي الله عنه الذي كان يؤذن به بين يدي النبي عليه الصلاة والسلام، كان بلال رضي الله عنه يؤذن

بدون ترجیع بین یدی النبی علیہ الصلاۃ والسلام فی المدینۃ حتی توفاه اللہ، وکلا النوعین بحمد اللہ مشروع إلا أن الأفضل هو ما كان يفعل بین یدیہ علیہ الصلاۃ والسلام وهو عدم الترجیع، ومن رجع فلا بأس“

----- اس کو ترجیع کہتے ہیں، یہ نبی کریم ﷺ نے ابو محذورہؓ کو سکھائی تھی، آپؐ اس طرح مکہ میں اذان دیا کرتے تھے، پس جو ایسے (ترجیع کے ساتھ) اذان دے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، یہ بھی شرعی اذان کی قسموں میں کی ایک قسم ہے، لیکن افضل بلالؓ کی اذان ہے، جو اذان وہ نبی کریم ﷺ کے سامنے دیا کرتے تھے، بلالؓ مدینہ منورہ میں نبی کریم ﷺ کے روبرو بدون ترجیع اذان دیا کرتے تھے، یہاں تک کہ آپؐ کی وفات ہو گئی، الحمد للہ (اذان کی) دونوں قسمیں (مع ترجیع وبدون ترجیع) مشروع ہیں، لیکن افضل وہ ہے جو نبی کریم ﷺ کے روبرو کیا جاتا تھا اور وہ عدم ترجیع ہے، اور اگر کوئی ترجیع کرے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ (فتاویٰ نور علی الدرب: ۶/۳۱۷)

ان تمام سلفی کبار علماء کے فتاویٰ سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ ابو محذورہؓ کی ترجیع والی اذان کے مقابلہ میں، حضرت بلالؓ کی اذان، جو بغیر ترجیع کے تھی، افضل ہے، یہی بات علماء احناف بھی کہتے ہیں۔

(چہارم) علماء احناف حضرت ابو محذورہؓ کی حدیث سے ترجیع کی سنیت اخذ کرنے کے بجائے، جواز اخذ کرنے کی، جو وجہ ذکر کرتے ہیں، وہی وجہ سلفی علماء بھی ذکر کرتے ہیں:

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ہے: ”یہ ترجیع ہے، جو حنفیہ کے نزدیک اذان میں سنت نہیں ہے، یہ ابو محذورہؓ کی حدیث میں وارد ہے، ان کو آنحضرت ﷺ نے بغرض تعلیم شہادتین کے اعادہ کا حکم فرمایا تھا، اور حضرت بلالؓ کی اذان اور ملک نازل من السماء کی اذان میں ترجیع نہ تھی، اس پر حنفیہ کا عمل ہے۔“ (فتاویٰ دارالعلوم: جلد اول: صفحہ ۷۴)

یہی بات سلفی عالم شیخ محمد عریفی حفظہ اللہ تحریر کرتے ہیں:

سوال - أيهما أفضل في الأذان الترجيع أم عدمه؟

ج: الأفضل عدم الترجيع، وذلك لأنه لم يذكر إلا في حديث محتمل وهو حديث أبي محذورۃ وفيه «أن النبي صلى الله عليه وسلم علمه الأذان وذكر له الترجيع فيه» ولكن الذي نرى أن النبي صلى الله عليه وسلم ذكر له الترجيع تلقينا له بالشهادة لأنه كان حديث عهد بإسلام فأراد أن تستقر الشهاداتان في قلبه۔ (الفيدني تقريب أحكام الأذان: ۱/۳۴)

(سوال) اذان میں کیا افضل ہے ترجیع یا عدم ترجیع؟

جواب: افضل عدم ترجیح ہے، اسلئے کہ ترجیح کا تذکرہ صرف ایک محتمل حدیث میں ہے، وہ حدیث ابی مخذورہؓ ہے،

اس میں یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو اذان کی تعلیم دی اور اس میں ترجیح کا ذکر کیا، لیکن ہمارا خیال ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے سامنے ترجیح کا تذکرہ شہادت کی تلقین کی غرض سے کیا، اسلئے کہ وہ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے تو آپ ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ شہادتین ان کے دل میں راسخ ہو جائیں۔

معلوم ہوا:

بالترجیح اذان کے، خلاف اولیٰ ہونے کے قائل، صرف علماء احناف نہیں بلکہ بڑے بڑے سلفی علماء کرام بھی ہیں، اور حدیث ابی مخذورہؓ کا جو محمل احناف بیان کرتے ہیں، وہی محمل سلفی علماء نے بھی بیان کیا، لیکن شیخ البانیؒ نے ہدف ملامت صرف احناف اور شوافع کو بنایا۔

حضرت شیخ البانیؒ اور امن پوری صاحب کو۔ جو ترجیح کی سنیت کے قائل ہیں۔ چاہیے تھا کہ وہ پہلے سلفی کبار علماء پر رد فرماتے، پھر احناف و شوافع کو مذہبی تعصب کا طعنہ دیتے، بلکہ ہمارا کہنا ہے کہ شیخ البانیؒ، حکومت سعودیہ سے درخواست فرماتے کہ جس طرح نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں مکہ مکرمہ میں ترجیح کے ساتھ، اور مدینہ منورہ میں بغیر ترجیح کے اذان ہوتی تھی اب بھی اسی پر عمل کر کے ایک مجبور سنت کو زندہ کیا جائے۔

امام الائمہ ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہؒ کی عبارت اور اس کا جواب:

ظہیر صاحب ایک قول امام الائمہ ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہؒ کا ذکر کیا کہ:

”نبی کریم ﷺ سے اذان و اقامت دوہی طرح ثابت ہے، بغیر ترجیح اذان کے ساتھ اکہری اقامت اور مع ترجیح اذان کے ساتھ دوہری اقامت، لیکن بغیر ترجیح کی اذان کے ساتھ دوہری اقامت کا حکم کرنا، نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں۔“ (خلاصہ) (ضرب حق: ش ۱۱: ص ۳۰)

اس کے جوابات درج ذیل ہیں:

(الف) اس قول کا سلف صالحین اور فقہاء امصار میں سے کوئی قائل نہیں:



شافعیہ اور مالکیہ اذان میں ترجیح کی سنیت اور اکہری اقامت کے قائل ہیں، جبکہ حنفیہ، حنابلہ اور خود سلفی علماء، اذان میں ترجیح وعدم ترجیح، اور اکہری ودوہری اقامت تمام کے جواز کے قائل ہیں، البتہ علماء حنفیہ اور سلفی علماء میں صرف اتنا فرق ہے کہ حنفیہ دوہری اقامت افضل سمجھتے ہیں جبکہ سلفی علماء اکہری اقامت۔

یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں ”وقیل لم یقل بهذا التفصیل أحد قبلہ“ کہا گیا ہے کہ امام ابن خزیمہؒ سے پہلے یہ بات کسی نے نہیں کہی (یعنی سلف میں سے کوئی اس کا قائل نہیں)۔ (فتح الباری: ۲/۸۴)

البتہ غیر مقلدین کی شذوذ پسندی، اور بغضِ احناف نے انہیں اس قول کو اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ اس سے غیر مقلدین کے دعوئے سلفیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

(ب) حدیثِ ناحیہ سے اسکا جواب، ہم خود دینے کی بجائے غیر مقلدین کے محدث العصر سے ہی نقل کر دیتے ہیں:

قلت: وفيما قاله ابن خزيمة نظر لأن الحديث الثاني - وهو حديث عبد الله ابن زيد الأنصاري في الرؤيا - فيه تثنية الإقامة وليس فيه الترجيع اتفاقا ----- فكيف يقال: إن تثنية الأذان بلا ترجيع مع تثنية الإقامة لم تثبت عنه صلى الله عليه وسلم؟ مع أن ابن خزيمة ممن روى ذلك كما سبق في الأذان۔

”امام ابن خزیمہؒ کا یہ قول محلِ نظر ہے، اس لئے کہ یہ خود ان کی روایت کردہ حدیث کے خلاف ہے، (ان کے اس قول کے محلِ نظر ہونے کی دلیل یہ ہے کہ) حضرت عبد اللہ بن زیدؒ کی روایت میں اذان بلا اتفاق بلا ترجیع ہے اور اسکے ساتھ اقامت دوہری منقول ہے، لہذا یہ کہنا کہ ”بلا ترجیع اذان کے ساتھ دوہری اقامت، نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں“ محلِ نظر ہے۔ (الثمر المستطاب: ج: ۱: ص: ۲۰۹)

### اخیراً:

یہ مسئلہ حلال و حرام یا جائز و ناجائز کا نہیں تھا بلکہ زیادہ سے زیادہ اولیٰ و خلاف اولیٰ کا تھا، مگر غیر مقلدین کے مشہور محدث، شیخ زبیر علی زئی صاحب کے شاگرد غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری صاحب نے حق و خلاف حق، اور اہل حق و بعض الناس کا مسئلہ بنا کر اسے پیش کیا، علامہ ابن تیمیہؒ کے چند جملہ لکھ کر اپنی بات کو ختم کرتا ہوں:

----- فالصواب مذهب أهل الحديث، ومن وافقهم، وهو تسويغ كل ما ثبت في ذلك عن النبي - صلى الله عليه وسلم - لا يكرهون شيئاً من ذلك، إذ تنوع صفة الأذان والإقامة، كتشبهات،

ونحو ذلك، وليس لأحد أن يكره ما سنه رسول الله - صلى الله عليه وسلم - لأمته - وأما من بلغ به الحال إلى الاختلاف والتفرق حتى يوالي ويعادي ويقا تل على مثل هذا ونحوه مما سوغه الله تعالى، كما يفعل بعض أهل المشرق، فهؤلاء من الذين فرقوا دينهم، وكانوا شيعا -

--- پس صحیح مذہب اہل حدیث اور ان کے موافقین کا ہے، اور وہ یہ کہ نبی اکرم ﷺ سے جو کچھ ثابت ہے، تمام کی گنجائش ہے، اس میں سے وہ کسی چیز کو مکروہ نہیں سمجھتے، اس لئے کہ اذان و اقامت کے الگ الگ طریقے قرأت اور تشہد کے مختلف طریقوں کی طرح ہیں، اور کسی کو یہ حق نہیں کہ اس چیز کو ناپسند کرے جو نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت کیلئے سنت قرار دیا ہے۔

اور جو اختلافات و تفرقہ بازی میں یہاں تک پہنچ جائے کہ اس جیسے مسائل جس میں اللہ تعالیٰ نے گنجائش دی ہے، دوستی، دشمنی اور لڑائی جھگڑے کرے، جیسے کہ بعض اہل مشرق کرتے ہیں، تو یہ لوگ ان لوگوں میں سے ہیں، جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور گروہوں میں بٹ گئے۔ (الفتاویٰ الکبریٰ: جلد ۲: صفحہ ۴۲)

اس سے غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری اور ان جیسے نام نہاد محققین کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر طرح فتنہ فساد سے محفوظ رکھے، ایمان و اعمال صالحہ کی زندگی اور شہادت کی موت عطاء فرمائیں۔

آمین وصلى الله وسلم على سيدنا و نبينا محمد و على آله و أصحابه اجمعين۔